

ماہنامہ
شعاع
جولائی ۲۰۱۷ء
لکھنؤ

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ
بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا ہے اور روشن کتاب



نور ہدایت فاؤنڈیشن، حسینہ غفران مااب، چوک، لکھنؤ-۳

R.N.I NO. UPBIL/2004/13526

Postal Regd. No. SSP/LW/NP-75/2017-19 Dispatch Date: 2 & 6 of Every Month

Annual Rs. 200/-

July 2017

Per Copy- Rs.25/-

شुआ-ए-अमल

हिन्दी, उर्दू मासिक पत्रिका लखनऊ



سید المفسرین صدر المحققین سید العلماء آیتہ اللہ العظمی سید علی نقی نقوی

ولادت ۲۶ رجب ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء وفات یکم شوال ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۸ مئی ۱۹۸۸ء



Lucknow

NOOR-E-HIDAYAT FOUNDATION

Imambara Ghufra Maab, Chowk, Lucknow-3 (U.P.) INDIA, Ph.:0522-2252230

Per Copy 25/-
Annual 200/-

نور ہدایت فاؤنڈیشن کا اسلامی، علمی اور تحقیقی

شعاعِ عمل

ماہنامہ
لکھنؤ
جولائی ۲۰۲۲ء

زیر سرپرستی

قائد ملت حجة الاسلام والمسلمین
مولانا سید کلب جواد نقوی صاحب قبلہ (امام جمعہ لکھنؤ)

عزت آبا نواب رضا صاحب، بھوپال * عزت آبا سید احمد عباس نقوی صاحب، ممبئی

سید مصطفیٰ حسین نقوی 'اسیف جاسی'

قائم مہدی نقوی تہذیب نگردی
آصف عباس نوگانووی

ترسیل زر کا پتہ

نور ہدایت فاؤنڈیشن، امام باڑہ غفران آباد، مولانا کلب حسین روڈ، چوک، لکھنؤ-۳

Phone No: 0522-2252230

Mobaile No: 08736009814 -09335996808

پبلشر- پرنٹر، سید مصطفیٰ حسین نقوی نے مالک ایس۔ کلب جواد نقوی کے لئے نظامی پریس و کٹوریا سٹریٹ، پوزٹ حسین مارکیٹ چوک لکھنؤ (یو۔ پی)
سے چھپوا کر نور ہدایت فاؤنڈیشن، امام باڑہ غفران آباد، مولانا کلب حسین روڈ، چوک لکھنؤ (یو۔ پی) سے شائع کیا۔ ایڈیٹر: سید مصطفیٰ حسین نقوی



شمارہ ۱

جلد ۱۲

قیام مؤسسہ

۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۴ھ / ۱۶/ جولائی ۲۰۰۳ء

اجزاء جدیدہ

۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۵ھ / جولائی ۲۰۰۴ء

نگراں: م۔ ر۔ عابد گولہ گنج، لکھنؤ

مجلس مشاورت

- پروفیسر علامہ علی محمد نقوی، علی گڑھ
- دکتر مہدی خواجہ چیری، ایران
- مولانا حسن ظفر نقوی، کراچی
- کینیڈین سکندر رضوی، لکھنؤ
- پروفیسر سید حسین کمال الدین اکبر، الہ آباد
- شاعر اہل بیت رضا رسوی
- سید سیف نقوی، دہلی
- محمد عالم صاحب، حسین آباد، لکھنؤ

فہرست مضامین

(جولائی ۲۰۱۷ء / شوال المکرم ۱۴۳۸ھ)

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	(اداریہ)	م۔ر۔عابد	۵
۲	شہدائے کربلا (قسط-۱)	آیت اللہ العظمیٰ سید العلماء مولانا سید علی نقی نقوی	۶
۳	کائنات قبل اسلام	علامہ سید محمد نبی حسن کامونپوری صاحب قبلہ	۲۴
۴	قطعات	انیس العصر سید ابن الحسین مہدی نظمی اجتہادی	۴۹
۴	عورت اسلام کی روشنی میں (قسط-۲)	اسد العلماء مولانا اسد علی صاحب الہ آبادی	۵۰
۵	خبرنامہ	(ادارہ)	۵۷

مجلس ادارت

✽ ڈاکٹر امانت حسین نقوی
✽ حیدر عباس نقوی، الہ آباد
✽ عمیل شمسی، لکھنؤ
✽ واصف احمد نقوی، سمیر
✽ شاہد علی اعظمی
✽ ذوالفقار حیدر اعظمی
✽ الحاج مرزا ہمایوں قدر
✽ ڈاکٹر عارف عباس
✽ ریحان عالم، لکھنؤ
✽ بنت زہراء ندی الہندی
✽ الحاج سید فرید مہدی رضوی

✽ ظفر حسین رضوی بیورو چیف ممبئی
✽ عرفان حیدر، بیورو چیف مدھیہ پردیش
✽ کیف نقوی، بیورو چیف دہلی

R.N.I. NO.
UPBIL/2004/13526
Postal Regd. NO.
SSP/LW/NP-75/2017-2019

WEBSITE:

www.noorehidayatfoundation.org
www.naqeeblucknow.com

E_mail:

noorehidayat@yahoo.com
noorehidayat@gmail.com

زرسالانہ

ایک سال کے لئے: -/200
پانچ سال کے لئے: -/800
لائف ممبر شپ: -/5000

ماہنامہ

‘شعاع عمل‘

(ہندی وارڈو)

‘خاندان اجتہاد نمبر‘، روزنامہ نقیب لکھنؤ

اور نور ہدایت فاؤنڈیشن کے تمام مطبوعات ڈاؤن لوڈ کرنے کے لئے

لاگ آن کریں ہماری ویب سائٹ

www.noorehidayatfoundation.org

www.naqeeblucknow.com

ماہنامہ ”شعاع عمل“، لکھنؤ

جولائی ۲۰۱۷ء

(EDITORIAL)

جان و فاروح اسلام شہدائے کربلا

ابھی ہم عید کی میٹھی خوشیوں سے ابھرے نہ ہوں گے۔ عید کے پیچھے بڑھی مناچکے تو کیا۔ صحیح بھی ہے۔ تقویٰ کا سالانہ یک ماہی عملی تربیتی پروگرام میں فضل حق سے اغلباً کامیابی پر شکرانہ جشن مسرت کوئی یک روزہ نہیں ہونا چاہیئے بلکہ یہ ابدی جشن مسرت ہے۔ لیکن یہاں کچھ ٹھہر کے ہمیں سوچنا چاہئے کہ یہ سب نماز، روزہ، عید وغیرہ مقدسات اسلام کی بقا کے پیچھے کس کس کا ہاتھ ہے۔ اس کا اظہار ہم اپنے طور سے کرتے ہیں۔ ہر نماز کے بعد، ہر عید میں، بلکہ ہر اسلامی رکن کے ادا کرنے میں ہم زیارت سید الشہداء انہیں بھولتے۔ یہی نہیں اپنی ہر جائز خوشی اور غم کو اس یاد سے خالی نہیں رہنے دیتے۔

یوں ہی معرکہ کربلا کی یاد منانا چاہئے۔ کربلا کا اگر ایک ہی عنوان قائم کرنا ہو تو وہ 'لَا اِلٰهَ اِلاَّہُ' ہوگا۔ اسلام بلکہ انسانیت کی بقا اسی ضمن میں آتی ہے۔ کربلا اپنے پس منظر، پیش منظر اور اثر آفرینی کے ساتھ کئی طرح سے بے مثال ہے۔ جنگی طور سے بھی معرکہ کربلا کو سر کرنے والی چھوٹی سی سپاہ حسینی کے عہد ساز تاریخی کارنامے یادگار ہیں ظاہر ہے مخالف دشمن فوج جو صرف اقتدار کی طاقت کے جبر و زیادتی سے جمع ہوئی تھی، اتنی تھی اس کے مقابلہ پر اتنی مختصر حسینی جماعت کو لشکر بھی نہیں کہا جاسکتا۔ پھر بھی اس چھوٹی سی جمعیت نے جنگ مغلوبہ (لشکر کی لشکر سے جنگ) میں بھی ایک سے زیادہ بار ٹڈی دل مخالف فوج کو شکست سے دو چار کیا۔ آخر میں سارے اصول جنگی، حمیت عرب اور انسانیت کو توڑ کر یک دم تیروں کی بارش نے ہی اس سپاہ حق و استقامت کو اپنے طور پر ظاہری زک دی۔ لیکن جب تک اس سر اپا عزم و استقلال و وفا لشکر حق نے جو تاریخ فتح مظلومیت رقم کی اس کی مثال پیش کرنے سے تاریخ قاصر رہی۔ یہ پوری طرح یک جان و ۷۲ قالب خالص ایمانی جماعت سے منافقت پہلے ہی ہار مان چکی تھی۔ حق و ایمان کی طاقت اپنے پورے شباب میں ظاہر ہوئی۔ انصار حسینی کا یہ کارنامہ بھی بے مثل و نظیر ہے کہ اس کے جیتے جی امام عالی مقام کے کسی عزیز کا بال بھی بانٹا نہ ہونے دیا۔ یہاں تک کہ انصار کے سارے گھوڑے بھی بے پے ہو گئے لیکن ہاشمیوں کے کسی گھوڑے پر بھی کوئی آنچ نہ آنے دی۔

سلام ہوتا تاریخ حق و صبر و وفا لکھنے والے لشکر سید الشہداء پر۔

حمد اور خدائے دوسرا اے یونس
 نعت اور حبیب کبریا اے یونس
 صبر اور لب نہر بہتر پیاسے
 اصحاب حسینؑ اور وفا اے یونس

اسی سلام کے ساتھ 'شہدائے کربلا' کا قسط وار تذکرہ شعاعِ عمل کے زیر نظر شمارہ سے شروع کیا جاتا ہے۔ یہ سید العلماء کے تحقیقی قلم کا کارنامہ ہے۔ اس کی اس طرح باز اشاعت قدرِ مکرر سے کم نہیں۔ ہمارے با ذوق و نظر قارئین کرام سے پذیرائی کی امید قوی ہے۔ والسلام
فُرِّتُمْ فَوْزًا عَظِيمًا فَيَا لَيْتَنِي كُنْتُ مَعَكُمْ فَأَفُوزَ مَعَكُمْ۔

م۔ر۔عابد

شہدائے کربلا

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء مولانا سید علی نقی نقویؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

تاریخ اسلام میں واقعہ کربلا کو جو اہمیت حاصل ہے اس کا تقاضا ہے کہ اس عظیم الشان واقعہ سے متعلق اشخاص کے حالات و خصوصیات زندگی کے معلوم کرنے کا شوق پیدا ہو چنانچہ اسی بنا پر مجھ سے متعدد بار اس ضرورت کا اظہار کیا گیا کہ شہدائے کربلا کے حالات زندگی کے متعلق ایک مستقل تصنیف مرتب کی جائے، یہ کام بہت مشکل تھا اگر مجھے سہارا دینے کے لئے عربی زبان میں ایک اس طرح کی تصنیف کا نمونہ موجود نہ ہوتا۔ یہ کتاب ”ابصار العین فی انصار الحسين“ ہے جو عراق کے ایک باخبر وسیع النظر فاضل آقا شیخ محمد سماوی کی تصنیف ہے۔ اگرچہ میں نے اپنی عادت کے مطابق چھان بین کی ہے اور اصل ماخذوں کی طرف رجوع کی ہے چنانچہ جو امر مجھے ماخذوں کے لحاظ سے غیر مستند معلوم ہوا اُسے نظر انداز کر دیا ہے اور بہت سے امور اپنے ذاتی معلومات کے لحاظ سے درج کئے ہیں لیکن بہر حال مجھ کو اس کتاب سے مدد ضرور ملی ہے جس کا تذکرہ نہ کرنا اصول امانت و دیانت کے خلاف ہے اور ناسپاس گزاری کی حیثیت رکھتا ہے۔

عراق میں ایک دوسری کتاب بھی اس موضوع پر ”ذخیرۃ الدارین“ کے نام سے شائع ہوئی ہے لیکن اس میں واقعات کے اخذ کرنے میں اور ماخذوں کے انتخاب میں اعتدال و احتیاط سے کام نہیں لیا گیا ہے، نہ اس کے مصنف جو ایک ”حدیث خوان“ ذکر ہیں کوئی ذمہ دارانہ حیثیت ایسی

رکھتے ہیں جو لحاظ و اعتماد کے قابل ہو۔ میری ترتیب بھی ابصار العین کی ترتیب سے بالکل مختلف ہے۔ میں اس کو تاریخی اصول پر مرتب کرنا چاہتا ہوں یعنی واقعہ کربلا میں جو پہلے شہید ہوئے ہیں اُنکے حالات پہلے اور جو بعد شہید ہوئے ان کے حالات بعد، اسی لیے اس کتاب میں پہلے اصحاب و انصار کا تذکرہ ہو جو بنی ہاشم کے علاوہ تھے اور پھر اعزاء و اقارب کا شہدائے کربلا کی ترتیب میری اس تحقیق کے ماتحت ہوگی جو میں نے ”محاربہ کربلا میں اسناد تاریخی کے ساتھ درج کی ہے۔

(۱) کربلا کا سب سے پہلا شہید

عام طور سے اس محل پر حر بن یزید ریاحی کا نام لیا جاتا ہے۔ مناقب ابن شہر آشوب کی ترتیب بھی اس کی مقتضی ہے اور باب مقاتل نے اکثر اسی کی پیروی کی ہے۔ سپہر کاشانی نے ”ناسخ التواریخ“ میں بخیاں خود طبری کے تتبع میں حر کے پہلے عبداللہ بن عمیر کلبی کی شہادت درج کی ہے لیکن یہ دونوں خیال حقیقت سے دور ہیں۔

پہلی غلط فہمی کی بنیاد اور اس کے خلاف حقیقت کی نقاب کشائی میں نے ”محاربہ کربلا“ میں تفصیل کے ساتھ کر دی ہے۔ رہ گئی دوسری غلط فہمی اس کی بنیاد صرف اتنے پر ہے کہ طبری نے یسار اور سالم فوج یزیدی کے دو غلاموں کی مبارز طلبی اور عبداللہ بن عمیر کا ان دونوں کو قتل کرنا واقعات جنگ میں سب سے پہلے ذکر کیا ہے لیکن عبداللہ بن عمیر اس موقع پر شہید نہیں ہوئے، وہ ان دونوں سپاہیوں کو قتل کر کے اپنی فوج میں واپس آگئے تھے اور شہید اس کے بعد ہوئے ہیں جس کی تصریح طبری

ایک مکمل طاقتور جوان ہونے کے اعتبار سے اگر ان کی عمر اس وقت بیس برس بھی مانی جائے تو واقعہ کربلا میں ان کی عمر ساٹھ برس کی قرار پاتی ہے اور اس لئے ان کا شمار مجاہدہ کربلا کے سن رسیدہ اور ضعیف العمر اشخاص میں ہے۔

حضرت مسلمؓ کی حمایت

اس موقع پر جب جناب مسلم بن عقیل کوفہ میں وارد ہوئے ہیں اور حضرت سید الشہداء کی بیعت اہل کوفہ سے لینا شروع کی ہے تو مسلم بن عوسجہ نے اس خدمت میں نمایاں حصہ لیا اور وہ جناب مسلم بن عقیل کے نمائندہ خاص اور معتمد ہونے کی حیثیت سے لوگوں کو اس مقصد کے ساتھ متحد کرتے اور امام حسینؓ کی بیعت لیتے تھے۔

چنانچہ ابن زیادہ نے کوفہ میں آنے کے بعد جب لوگوں کو جناب مسلم کی طرف سے برگشتہ بنانا شروع کیا اور مسلم مختار بن ابی عبیدہ کے گھر سے رازداری کے ساتھ ہانی بن عروہ کے مکان میں منتقل ہو گئے اور ابن زیاد نے حضرت مسلم کی سراغ رسانی کے لئے اپنے غلام معقل کو تین ہزار درہم دے کر مقرر کیا کہ وہ مکرو فریب کے ساتھ مسلم کا پتہ چلائے اور معقل اس فکر میں جامع مسجد میں آیا تو اسے معلوم ہوا کہ مسلم بن عوسجہ اسدی جو اس وقت اسی مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے مسلم بن عقیل کے نمائندہ خاص ہیں اور ان کی طرف سے حسینؓ بن علیؓ کی بیعت لیتے ہیں، یہ معلوم کر کے وہ مسلم بن عوسجہ کے پاس آیا اور بیٹھ گیا۔ جب مسلم نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے کہا کہ میں شام کا رہنے والا ذوالکلاع کا غلام ہوں اور خدا کے فضل سے اس خاندان (اہلبیتؑ) کے ساتھ محبت رکھتا ہوں مجھے معلوم ہوا کہ اس خاندان میں سے کوئی بزرگ آج کل کوفہ میں آئے ہوئے ہیں۔ اور لوگوں سے رسول خدا کے نواسے کی بیعت لے رہے ہیں مجھے تمنا پیدا ہوئی کہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوں اور یہ تین ہزار درہم جو میرے پاس ہیں ان کی خدمت میں نذر

میں درج ہے اور ہم نے ”محاربہ کربلا“ میں بھی نقل کی ہے۔ ابن شہر آشوب نے عبد اللہ بن عمیر کو حملہ اولی کے مقتولین میں ذکر کیا ہے جو ظہر کے قبل ہوا ہے۔ لطف یہ ہے کہ صاحب نسخ نے عبد اللہ بن عمیر کو مبارز طلبی کے سلسلہ میں پہلا مقتول قرار دینے کے بعد پھر ترتیب شہداء کو صاحب مناقب کے تتبع میں حر کے ساتھ قائم کیا ہے۔ اور حملہ اولی کے مقتولین میں عبد اللہ بن عمیر کے نام کو درج کر دیا ہے۔ یہ صاحب نسخ کی وہ غیر ذمہ دارانہ کارروائیاں ہیں جن کی نظیریں اس رسالہ میں بہت آئیں گی۔ سب سے پہلے شہید کے متعلق حقیقت واقعہ جو کچھ ہے وہ میں نے ”محاربہ کربلا“ میں بیان کر دی ہے اور اسی کے مطابق یہاں درج کیا جاتا ہے۔

(۱) مسلم بن عوسجہ الاسدی

نام ونسب اور کنیت

مسلم بن عوسجہ بن سعد بن ثعلبہ بن دودان بن اسد بن خزیمہ الاسدی السعدی۔ کنیت ”ابو جیل“، (۱)

اوصاف و خصوصیات

ممتاز معزز اشراف عرب میں سے، سردار قوم، عابد و تہجد گذار تھے۔ (۲)

صاحب ابصار العین کی روایت کے مطابق صحابی تھے، رسول کی زیارت کی تھی اور شعبی ایسے محدث نے ان سے روایت احادیث کی ہے۔ ان تمام خصوصیات کے ساتھ فارس تھے اور میدان شجاعت میں کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے۔ ۲۰ھ میں حدیفہ بن الیمان کی سرکردگی میں فوج اسلام نے ایران کے ترکستانی علاقہ ’آذر بائجان‘ کو فتح کیا۔ اس جنگ میں مسلم بن عوسجہ بھی موجود تھے اور انھوں نے اس روز چھ آدمیوں کو مشرکین میں سے قتل کیا تھا۔ (۳)

(۱) ابصار، ج ۶۱ (۲) تنقیح المقال، ج ۳ ص ۴۱۵

(۳) تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۴۹

کروں۔ مگر اب تک کوئی ایسا شخص نہ ملا جو مجھے ان کی خدمت میں پہنچائے یا ان کا پتہ بتائے۔

ابھی ابھی میں اس مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے کچھ مسلمانوں کو آپ کے متعلق یہ کہتے سنا کہ انھیں اس خاندان کے لوگوں سے واقفیت حاصل ہے۔ اب میں آپ کے پاس آیا ہوں کہ آپ یہ روپیہ مجھ سے لے لیجئے اور مجھے ان بزرگ کی خدمت میں لے چلئے کہ میں ان سے بیعت کروں اور اگر آپ چاہیں تو ان کے پاس جانے سے پہلے یہیں مجھ سے بیعت لے لیجئے۔

یہ مکارانہ تقریر تھی جس کو صاف دل اور نیک نیت مسلم بن عوسجہ نے حقیقت پر محمول سمجھا اور جواب دیا:-

”مجھے تمہاری ملاقات سے بہت خوشی ہوئی اور مسرت حاصل ہوئی اس بات پر کہ تم اپنی خواہش میں کامیاب ہو اور تمہارے ذریعہ سے اہلبیتؑ رسولؐ کو کچھ تقویت حاصل ہو بے شک مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ میری کارگزاریاں اس معاملہ میں اس کے نشوونما پانے کے پہلے ہی تمہارے کانوں تک پہنچیں جس سے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں ظالم ابن زیاد کو بھی اس کی اطلاع نہ ہو جائے۔“

بہر حال کافی اطمینان اور عہد و پیمان اور رازداری کے وعدوں کے ساتھ مسلم بن عوسجہ نے اقرار کیا کہ میں چند روز میں تمہارے لئے مسلم بن عقیل سے اجازت حاصل کر لوں گا۔ چنانچہ معقل اس کے بعد چند روز تک برابر آتا جاتا رہا یہاں تک کہ مسلم بن عوسجہ کے ساتھ جناب مسلم کے پاس پہنچا اور آخر اسی کی خبر رسائی، سے ہانی بن عروہ کے گھر میں مسلم بن عقیل کے فروکش ہونے کی اطلاع ابن زیاد کو پہنچ گئی۔^(۱)

جب ہانی بن عروہ گرفتار ہو گئے اور مسلم بن عقیل جنگ پر آمادہ ہوئے اور آپ نے اپنے انصار و اعوان کے لشکر کو فراہم

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۰۳

کیا تو اس وقت بھی مسلم بن عوسجہ جناب مسلم کے ساتھ تھے اور جب فوج کی ترتیب ہونے لگی تو قبیلہ مذحج اور اسد کی سپہ سالاری مسلم بن عوسجہ ہی کے متعلق ہوئی اور پیادوں کے سردار یہی قرار دیئے گئے۔^(۱)

بس اس کے بعد تاریخیں خاموش ہیں۔ نہیں کہا جاسکتا کہ مسلم بن عقیل کی شہادت کے موقع پر مسلم بن عوسجہ کہاں تھے، میں نے اپنے رسالہ ”قتلان حسین کا مذہب“ میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ جب مسلم بن عقیل کے ساتھ والی قلیل فوج نے ابن زیاد کے نظم شاہی سامان جنگ کے مقابلہ میں شکست کھائی تو مسلم بن عوسجہ وغیرہ چند دیگر اشخاص نے یہ پورا اندازہ کر لیا کہ اب مسلم کی جان کی حفاظت غیر ممکن ہے۔ اس لئے اب سوال صرف اپنی جان کا ہے کہ اسے بھی قربان کر دیا جائے لیکن جبکہ یہ معلوم ہے کہ فرزند رسولؐ امام حسینؑ کوفہ کی جانب متوجہ ہیں تو یہ جان ان کے ساتھ ان کے کام کیوں نہ آئے اور اس وقت ممکن ہے ہمارے خدمات کچھ کار آمد بھی ثابت ہو سکیں۔ اس خیال سے ان لوگوں نے پھر مسلم بن عقیل کے ساتھ اپنی جانوں کو وابستہ نہیں رکھا اور وہ اپنے اپنے گھروں میں اور اپنے قبیلوں میں مخفی ہو گئے اور جب یہ معلوم ہوا کہ امام حسینؑ عراق کے حدود میں آگئے تو یہ کسی طرح نکل کر حسینؑ کے پاس پہنچے۔ بہت ممکن ہے کہ مسلم بن عقیل سے ان کی علیحدگی خود حضرت مسلم کے ایما و اشارہ یا کم از کم اجازت سے ہو، ورنہ اگر کسی طرح کی بھی بے وفائی اور حضرت مسلم کی امداد میں کوتاہی کا دھبہ ان کے دامن پر ہوتا تو کم از کم حضرت سید الشہداء سے کسی طرح کی معذرت اور آپ کا قبول عذر یا خطاب و عتاب تاریخوں کے اندر موجود ملتا۔ یہ بھی بتلانا تاریخ کی رو سے دشوار ہے کہ مسلم بن عوسجہ امام حسینؑ کے پاس آ کر کہاں اور کب ملحق ہوئے۔

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۰۷

ابصار العین^(۱) میں لکھا ہے:-

”ان مسلم بن عوسجۃ بعد ان قبض علی مسلم وھانی وقتلا اختفی مدۃ ثم فز باھلہ الی الحسین فواناہ بکربلا و فداہ بنفسہ۔“

”جب مسلم وہابی گرفتار ہو گئے اور قتل کئے گئے تو مسلم بن عوسجہ ایک مدت تک روپوش رہے پھر کسی طرح اپنے متعلقین سمیت کوفہ سے بھاگ کر امام حسینؑ کے پاس کر بلا پہنچے اور اپنی جان فدا کی۔“

امامؑ کا خطبہ اور اس کا جواب:-

شب عاشور امامؑ نے جو تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا ہے جس میں آپؑ نے اپنے اصحابؓ کو بیعت کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کرنا چاہا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ تم مجھ کو چھوڑ کر علیحدہ ہو جاؤ اور مجھے اکیلا چھوڑ دو، اس لئے کہ ان لوگوں کو جو کچھ کام ہے وہ مجھ سے ہے اور تم لوگوں سے کوئی غرض نہیں ہے۔ اس کے جواب میں عزیزوں کے بعد سب سے پہلے مسلم بن عوسجہ اسدی ہی کھڑے ہوئے تھے اور یہ پر جوش، پر خلوص، دل سے نکلے ہوئے الفاظ کہے تھے جو دنیا کے تاریخ میں اب تک یادگار ہیں:-

”ما نحن نخلی عنک ولما نعذر الی اللہ فی اداء حقک اما واللہ حتی اکسر فی صدور ہم رمحی و اضربہم بسیفی ماثبت قائمہ فی یدی ولا افارقک ولو لم یکن معی سلاح اقاتلہم بہ لقدفتہم بالحجارة دونک حتی اموت معک۔“^(۲)

’کیا ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں بغیر اس کے کہ خدا کے سامنے جوابدہی کا سامان کر سکیں آپ کے حق کی ادائیگی میں۔ خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ میں ان کے سینوں میں اپنے نیزہ کو توڑ دوں اور ان کو میں تلواریں لگاتا

رہوں گا جب تک اس کا قبضہ میرے ہاتھ میں رہے اور میں آپ سے کبھی جدا نہ ہوں گا اور اگر میرے پاس ہتھیار نہ ہوں گے جن سے جنگ کروں تو میں انھیں پتھر ماروں گا آپ کی نصرت میں یہاں تک کہ آپ ہی کے ساتھ رہ کر مر جاؤں۔“

شمر کی گستاخی پر مسلم بن عوسجہ کا غصہ

صبح عاشور جنگ چھڑنے سے پہلے اس وقت جب سید الشہداءؑ نے خندق میں آگ روشن کرائی ہے شمر بن ذی الجوشن گھوڑے پر سوار لوہے میں غرق خیام حسینی کی طرف سے ہو کر گذرا اور ہر طرف آگ مشتعل دیکھ کر اس نے پکار کر آواز دی:-

”یا حسین استعجلت النار فی الدنیا قبل یوم القیامۃ۔“

”تم نے آخرت کے پہلے دنیا ہی میں آگ کا سامان کر لیا؟“

اس موقع پر مسلم بن عوسجہ کا جوش ایمانی تاب نہ لاسکا تھا۔ امام سے عرض کیا تھا: ”اجازت دیجئے میں اسے تیر کا نشانہ بنالوں۔ یہ اس وقت بالکل زد پر ہے۔“ مگر امام نے منع کیا اور فرمایا کہ ابتدا جنگ کی میں نہیں کرنا چاہتا۔^(۱)

شہادت

اس وقت جب عمرو بن الحجاج نے عمر بن سعد کی فوج کے میمنہ کے ساتھ فرات کی جانب سے فوج امام حسینؑ پر حملہ کیا ہے اور حسینی فوج کے میسرہ نے پامردی سے جنگ کی ہے جس سے دشمن کو پسپا ہونا پڑا، اسی وقت جب دامن غبار کا چاک ہوا، مسلم بن عوسجہ زمین پر غلطاں نظر آئے۔ امام حسینؑ مسلم کے سر ہانے لگے۔ دیکھا کہ ایک رفق حیات باقی ہے۔ حضرت نے فرمایا:-

”رحمک ربک یا مسلم بن عوسجۃ منهم من قضی

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۴۲

(۱) ابصار العین، ص ۶۲ (۲) طبری، ج ۶ ص ۲۳۹

بن عبد اللہ مذحجی کے بعد مسلم بن عوسجہ کی مبارز طلبی مذکور ہے اور لکھا ہے کہ انھوں نے یہ رجز پڑھی:-

ان تسأ لو ا عنی فانی ذولبلد
من فرع قوم فی ذری بنی اسد
فمن بغانا حائد عن الرشید
وکافر بدین جبّار صمد

”اگر مجھے دریافت کرو تو معلوم ہونا چاہئے کہ میں ہوں بنی اسد کے قبیلہ میں کا، جو شخص ہماری مخالفت کرے وہ راہ راست سے منحرف اور خدا کے دین کا منکر ہے۔“

اس کے بعد جنگ کی یہاں تک کہ مسلم صابی اور عبد الرحمن بجلی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔^(۱)

اس کو مذکورہ بالا تاریخ و زیارت کی تصریح کے مقابلہ میں قابل اعتبار نہیں سمجھتا ہوں۔ قاتل کے نام بے شک طبری کی روایت سے متفق ہیں۔ اس میں بھی ہے کہ مسلم بن عوسجہ کے قاتل مسلم بن عبد اللہ انصیابی اور عبد الرحمن بن ابی خشکارہ بجلی دو شخص تھے۔ زیارت میں عبد الرحمن بن ابی خشکارہ کے بجائے عبد اللہ بن خشکارہ بجلی ہے۔

مسلم بن عوسجہ ان چند گنتی کے اصحاب میں سے تھے جو اپنے اہل و عیال کے ساتھ خدمت امام میں آئے تھے۔ چنانچہ جب ان کی شہادت کی خبر خیمہ میں پہنچی تو ایک کنیز نے چیخ مار کر کہا ”یا ابن عوسجہ! یا سیدہ!“ اس آواز کو سن کر عمر بن الحجاج کی فوج میں خوشیاں ہونے لگیں کہ ہم نے مسلم بن عوسجہ کو قتل کیا۔ اس پر شیت بن ربعی کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا:-

”کیا غضب کی بات ہے کہ مسلم بن عوسجہ کا ایسا آدمی قتل ہوا اور تم لوگ خوشیاں مناؤ؟“ بخدا میں نے خود خدمت اسلام میں اس شخص کے کارنامے دیکھے ہیں۔

(۱) مناقب، مطبوعہ بیہی ج ۴ ص ۹۴

نحبہ ومنہم من ینتظر وما بدلوا تبدیلاً“
”خدا اپنی رحمت تمہارے شامل حال کرے اے مسلم تم چلو عنقریب ہماری بھی نوبت آیا چاہتی ہے۔“

اس وقت کا یادگار واقعہ مسلم بن عوسجہ اور حبیب بن مظاہر کا وہ مکالمہ ہے جو میں محاربہ کر بلا میں لکھ چکا ہوں۔ حبیب کا جنت کی مبارکباد دینا اور مسلم بن عوسجہ کا خاک و خون میں افتادگی کی حالت میں اس مبارکباد کو خوشی خوشی قبول کر کے دعائے خیر کرنا اور پھر حبیب کا یہ کہنا کہ مجھے دنیا میں رہنا ہوتا تو کہتا کچھ وصیت کرو۔

اور اس پر مسلم کا یہ کہنا کہ ”وصیت جو کچھ ہے وہ یہی ہے کہ ان پر اپنی جان نثار کرنا“ یہ وفا و محبت، استقلال و پامردی، اطمینان و سکون نفس کی وہ مثالیں ہیں جو ان بہادروں پر ختم ہو گئیں۔

طبری نے تصریح کی ہے کہ مسلم بن عوسجہ اصحاب حسینی میں سب سے پہلے مقتول تھے۔^(۱)

اس کی تصدیق اس زیارت سے بھی ہوتی ہے جس میں نام بنام شہدائے کر بلا پر سلام کیا گیا ہے اور جسے سید بن طاووس نے ناحیہ مقدسہ کے اسناد کے ساتھ درج کیا ہے اور علامہ مجلسی نے تحفۃ الزائر میں سولہویں (۱۶) زیارت کے عنوان سے اسے نقل کیا ہے اس میں مسلم بن عوسجہ پر سلام کرتے ہوئے صاف یہ الفاظ مذکور ہیں۔

”کنت اوّل من شری نفسہ و اوّل شہید من شہداء اللہ قضی نحبہ ففرت ورب الکعبة۔“
”آپ سب سے پہلے شخص تھے جس نے روز عاشورہ اپنی جان کو فروخت کیا اور سب سے پہلے شہید تھے جس نے اپنی جان نثار کی۔ خدا کی قسم آپ بڑے درجہ پر فائز ہوئے۔“

اس کے برخلاف مناقب ابن شہر آشوب میں عمیر

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۴۵

آذربائیجان کی جنگ میں میرا چشم دید یہ واقعہ ہے کہ ابھی مسلمانوں کے لشکر کی پوری صف بندی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ اس بہادر نے چھ آدمی فوج مشرکین کے قتل کر دیئے۔ ایسا آدمی تمہارے ہاتھ سے مارا جائے اور تم خوش ہو؟^(۱)

ذاکرین کی زبان سے مسلم بن عوسجہ کی شہادت کے بعد ان کے فرزند کی شہادت کا واقعہ گواکثر ذکر ہوا کرتا ہے۔ اس کا مآخذ تاریخ ’روضۃ الاحباب‘ ہے جس سے صاحب نسخ نے اس واقعہ کو بایں الفاظ نقل کیا ہے؟

”مسلم را پسری جوان بود چون پدر را کشته دید مانند شیرے شرزہ بردمید حسین علیہ السلام اور از آہنگ خویش باز داشت و فرمودائے جوان پدرت شهید شد و اگر تو نیز کشته شوی مادرت دریں بیان قصدر در پناہ کدام کس گریزو پسر مسلم خواست طریق مراجعت سپار و مادرش شتاب زدہ سر راہ بروے گرفت و گفت اے فرزند سلامت نفس را بر نصرت پسر پیغمبر اختیار می کنی ہر گز از تو رضا نخواہم شد پسر مسلم عنان بر تافت و حملہ گراہ افگند و مادر از فقایش فریاد ہمی کرد کہ اے پسر شاد باش کہ ہم اکنون از دست ساقی کوثر سیراب خواہی شد و او مرادانہ ہمی کوشید تا پس از قتل سی تن از مشرکان شربت شہادت نوشید

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۴۵

کوفیاں سراورا بریدہ بستوئے مادرش افگندند مادر سر را بر داشت و بیوسید و چناں بگریست کہ ہمکنان ہمگان بگریستند۔“^(۱)

فرق اتنا ہے کہ ذاکرین اس جوان کو ”بچہ“ کہتے ہیں اور اتنا اضافہ کرتے ہیں کہ ”بچہ نے کہا یہ ہتھیار میرے جسم پر میری ماں ہی نے لگائے ہیں“ حقیقت میں پورا واقعہ جنادہ بن کعب خزرجی کے فرزند عمرو بن جنادہ کا ہے جسے غلطی سے مسلم کے فرزند کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ”محاربہ کر بلا“ میں اس واقعہ کو درج کر چکا ہوں اور اس حصہ میں بھی ”جنادہ بن کعب“ کے بعد اس شہید کا تذکرہ حوالہ کتاب ہوگا۔

ایسے دھوکے ارباب مقاتل کو بہت ہوئے ہیں جن کا تتبع محتاط ذاکرین بھی بے سمجھے کر لیتے ہیں لیکن تاریخی جستجو ان کا پردہ چاک کر دیتی ہے۔

کمیت بن زید اسدی نے شہدائے کربلا کے مرثیہ میں مسلم بن عوسجہ کا تذکرہ کنیت کے ساتھ ان لفظوں میں کیا ہے: وان ابا حجل قتیل محجل (یعنی ابو حجل) (مسلم بن عوسجہ) بھی مقتول تھے جو زمین پر غلطاں تھے۔“^(۲)

(۲) عبد اللہ بن عمیر الکلبی

نام و نسب

عبد اللہ بن عمیر بن عباس بن عبد قیس بن علیم بن جناب الکلبی العلیمی ابو وہب۔^(۳)

اس کنیت کی مطابقت طبری کی اس روایت سے ہوتی ہے جو عنقریب آنے والی ہے جس میں ان کی زوجہ کو ”ام وہب“ کے نام سے یاد کیا ہے کیونکہ عرب میں قاعدہ تھا کہ فرزند کی ولادت کے ساتھ باپ اور ماں دونوں اس کی طرف

(۱) ناسخ التواریخ، ج ۶ ص ۲۶۵ (۲) البصار للعین، ص ۶۴

(۳) تنقیح المقال، ج ۲ ص ۲۰۱ / البصار للعین، ص ۱۵۶

منسوب کر کے پکارے جاتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کے کوئی فرزند ”وہب“ نام کے ہوئے ہوں گے۔

سکونت

کوفہ کے رہنے والے تھے۔ طبری کی روایت کے مطابق قبیلہ ہمدان کے ”بیر جعد“ نام کنویں کے پاس ذاتی مکان میں سکونت رکھتے تھے۔ یہ مقام کوفہ کی گنجان آبادی سے بالکل باہر ان باغات خرما کے قریب تھا جو ”نخلیہ“ کے حدود میں تھے۔ ان کے ساتھ ان کی رفیقہ حیات رہتی تھیں جو قبیلہ نمر بن قاسط میں سے ام وہب بنت عبد کے نام سے یاد کی جاتی تھیں۔^(۱)

اوصاف و خصوصیات

اہل سیر کا قول ہے: کان بطلا شجاعا شریفا (یعنی) بڑے سورا، بہادر اور شریف انسان تھے۔ شیخ طوسی نے کتاب الرجال میں ان کا پہلے اصحاب امیر المومنینؑ میں اور دوبارہ اصحاب امام حسینؑ میں شمار کیا ہے۔^(۲)

طبری کی روایت کے مطابق ان کا کوئی خصوصی تعارف حضرت سید الشہداء کے ساتھ روز عاشور کے قبل ظاہر نہیں ہوتا ممکن ہے کہ ان کا اصحاب حسینؑ میں شمار کیا جانا صرف شہدائے کربلا میں محسوب ہونے کے لحاظ سے ہو۔

حلیہ

گندمی رنگ، لانا قد، مضبوط کلاںیاں اور بازو، چوڑی پشت اور سینہ، یہ وہ حلیہ ہے جسے سر سے پیر تک دیکھ کر امام حسینؑ نے فرمایا تھا کہ ”بہادر اور جنگ آزماجوان معلوم ہوتا ہے“ اور جہاد کی اجازت دی تھی۔

عزم نصرت

اس موقع پر جب کوفہ میں جناب مسلم کی شہادت ہوئی ہے اور ابن زیاد نے قتل امام حسینؑ کی تیاری شروع کی ہے عبد اللہ بن عمیر اپنے اس مکان میں تھے جو بزر جعد کے پاس

(۱) تاریخ طبری، ج ۶ ص ۲۴۵ (۲) تنقیح المقال، ج ۲ ص ۲۰۱

واقع تھا۔ ان کو موجودہ واقعات کی بالکل اطلاع نہ تھی۔ جب امام حسینؑ کربلا میں پہنچ چکے اور ابن زیاد نے اپنا لشکر گاہ ”نخلیہ“ میں قرار دیا تاکہ وہاں سے فوجوں کو معائنہ کے بعد کربلا کی جانب روانہ کیا جائے تو اس غیر معمولی صورت حال کو عبد اللہ بن عمیر نے بھی دیکھا اور لوگوں سے واقعہ کی تحقیق کی۔ انھیں بتلایا گیا کہ یہ فوج رسولؐ کے نواسے، فاطمہؑ کے فرزند حسینؑ سے جنگ کے لئے بھیجی جا رہی ہے۔ یہ سننا تھا کہ بہادر عبد اللہ کے ایمانی جذبہ میں تلاطم پیدا ہو گیا۔ انھوں نے کہا کہ مجھے مشرکین سے جہاد کرنے کی حسرت رہی ہے یقیناً ان لوگوں سے جہاد کرنا جو اپنے رسولؐ کے نواسے کے ساتھ جنگ کر رہے ہیں خدا کے نزدیک مشرکین کے ساتھ جہاد کرنے سے کم درجہ نہیں رکھتا ہوگا۔ یہ بات دل میں ٹھان کر وہ اپنی زوجہ کے پاس آئے اور اسے اپنے ارادہ سے مطلع کیا۔

پاک عقیدہ اور پر حوصلہ عورت نے آتش شوق کو اور ہوادے دی۔ اس نے کہا: ”تم بھی جاؤ اور مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔“ چنانچہ رات کے وقت دونوں روانہ ہوئے اور انصار حسینؑ کے ساتھ کربلا میں آکر ملحق ہو گئے۔

جہاد میں سبقت

اس وقت جب فوج عمر بن سعد کی جانب سے تیروں کی بارش ہو چکی جو پیغام جنگ کی حیثیت رکھتی تھی یسار اور سالم دونوں زیاد اور ابن زیاد کے غلام میدان جنگ میں آکر مبارز طلب ہوئے ان کے مقابلہ کو فوج حسینی سے عبد اللہ بن عمیر ہی میدان جنگ میں برآمد ہوئے اور اس طرح سبقت الی الجہاد کے اس خاص امتیاز کو حاصل کر لیا جو واقعہ کربلا کی تاریخ میں اب تک نمایاں ہے۔

اس جنگ کی پوری تفصیل میں محاربہ کربلا میں لکھ چکا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ اس موقع پر عبد اللہ بن عمیر کے بائیں ہاتھ کی انگلیاں قطع ہو گئی تھیں۔ زخم خوردگی کا غصہ، اور

اپنے مقابل دونوں سپاہیوں پر فتح پانے سے جوش شجاعت میں اضافہ ان دونوں سے متاثر ہو کر عبداللہ بن عمیر یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

انی تنکرونی فانا ابن الکلب
حسبی ببیتی فی علیم حسبی
انی امرؤ ذو مرة و عصب
و لست بالخوار عند النکب
انی زعیم لك ام وهب
بالطعن فیهم مقدوما و الضرب
ضرب غلام مؤمن بالرّب

اس رجز کے آخری تین مصرعوں میں خصوصیت سے ”ام وهب“ کو مخاطب کیا ہے اور اسے اطمینان دلایا ہے کہ میں بڑھ بڑھ کر نیزے اور تلواریں لگاؤں گا اور جوش ایمانی کے تقاضے کو پورا کروں گا۔

ممکن ہے کہ یہ عرب بہادروں کے عام رسم کی بناء پر ہو کہ وہ اپنے کارناموں کا گواہ اپنی شریک زندگی خواتین کو بنایا کرتے تھے مگر وهب کی زوجہ عام عورتوں کے مثل نہ تھی وہ اپنے سینہ میں شیرانہ دل رکھتی تھی اور دل میں ایمان کی غیر معمولی تڑپ، اس کے ساتھ اپنے شوہر سے بے انتہاء محبت۔ اس ایمانی جذبہ کا تقاضا تھا کہ اس نے اپنے شوہر کے اس اظہار پر کہ میں نصرت حسینؑ کے لئے جانا چاہتا ہوں کسی ناگواری کا اظہار نہیں کیا بلکہ اس کی ہمت افزائی کی۔ اور اس محبت کا اثر تھا کہ اس نے شوہر سے علیحدگی گوارا نہیں کی اور یہ کہا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔ ممکن ہے اس خواہش میں اسی وقت یہ نیت مضمر ہو کہ وہ بھی شوہر کے ساتھ میدان جنگ میں داد شجاعت دے گی۔ اس وقت تک اپنے قلبی جذبات کو انتہائی بے چینی کے باوجود شاید وہ روکتی رہی ہواہل حرم اور ان کی ہمراہی خواتین کو دیکھ کر جو احکام اسلام کے تحت میں میدان جنگ سے

کنارہ کشی کے ساتھ خیموں میں ٹھہری ہوئی تھیں اور ہو سکتا ہے کہ اسے ابھی تک یہ اطلاع بھی نہ ہو کہ اس کا شوہر میدان جنگ میں پہنچ گیا ہے کیونکہ اس نے امام سے رخصت ہونے کے موقع پر خیمہ میں آ کے کوئی اطلاع نہیں دی تھی۔

محبت کا سمندر طوفانی ہو جاتا ہے اور ضبط و تحمل کے ساتھ روکا ہوا الفت کا چشمہ بے پناہ سیلابی طاقت کے ساتھ بہہ پڑتا ہے جب اس خاموش جذبہ کو فریق دوم کی جانب سے ذرا چھیڑ دیا جائے۔

عبداللہ بن عمیر کا میدان جنگ میں یہ شعر پڑھنا انی زعیم لك ام وهب الخ جو ایک طرف ولولہ جنگ کا مظہر ہے۔ دوسری طرف جوش ایمانی کا محرک ہے اور تیسری طرف قلبی واردات اور تعلق روحانی کا ترجمان ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بہادر جری میدان جنگ کی سخت کٹھن میں اپنی شریک حیات کی یاد اپنے دل میں اور اس کی تصویر اپنی آنکھوں میں لئے ہوئے ہے اور اس کے ساتھ گویا اپنی شجاعت اور سرفروشی کی داد اُسی سے لینا چاہتا ہے۔

بس یہ اسباب تھے جن کی بنا پر ان اشعار نے ”ام وهب“ کے ضبط و صبر کے لئے برق خرمن کا کام کیا اور وہ بے تحاشا ایک گرز ہاتھ میں لے کر میدان جنگ میں آگئی اور پکار کر کہنے لگی:-

”فداك ابی و احمی قاتل دون الطیبین ذریۃ محمد۔“

”میرے ماں باپ دونوں تم پر نثار۔ اولاد رسولؐ کی نصرت میں کوتاہی نہ ہونے پائے۔“

دلیر و غیور عبداللہ کے لئے یہ منظر انتہائی صبر شکن تھا۔ وہ فوراً زوجہ کے پاس آئے اور چاہا کہ اسے خیمہ کی طرف پہنچا دیں مگر وہ باتوں میں آنے والی تھی نہیں۔ عبداللہ بن عمیر کے ایک ہاتھ میں تلوار تھی جس سے دشمن کا خون ٹپک رہا تھا اور

دوسرے ہاتھ کی انگلیاں کٹ چکی تھیں جن سے خود لہو جاری تھا پھر بھی انہوں نے کوشش کی کہ اسے زبردستی خیمہ کی طرف واپس کر دیں مگر جوش میں بھری ہوئی خاتون نے اپنے کپڑے عبداللہ کے ہاتھ سے چھڑا لئے اور کہنے لگی:-
”میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں جب تک تمہارے ساتھ میں بھی قتل نہ ہوں۔“

امام حسینؑ نے جو یہ معاملہ دیکھا آواز دی: ”خدا تم دونوں کو جزائے خیر دے۔ اے مومنہ، عورتوں کے پاس واپس جا اور ان کے ساتھ بیٹھی رہ کیونکہ عورتوں پر سے جہاد ساقط ہے۔“ ایمان اور اطاعت امام کا احساس بے پناہ جذبہ الفت پر غالب آیا اور وہ خاتون خواتین کے پاس خیمہ میں واپس چلی گئی۔^(۱) اور اس کے بعد عبداللہ بن عمیر بھی صف مجاہدین میں واپس آگئے۔

شہادت

میمنہ والے حملے کے بعد جس میں مسلم بن عوسجہ شہید ہوئے تھے دوسرا حملہ میسرہ کی طرف سے شمر بن ذی الجوشن کی قیادت میں ہوا۔ اس طرف بھی اصحاب امام حسینؑ نے بڑی پامردی سے مقابلہ کیا۔ عبداللہ بن عمیر نے اس موقع پر کافی جانفشانی کی اور دو سپاہی دشمن کے پھر قتل کئے مگر اس کے بعد وہ بانی بن شبیت حضرمی اور کبیر بن جی تیمی کے ہاتھ سے درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

طبری نے تصریح کی ہے کہ ”کان القتل الشانی من اصحاب الحسین“، ”یہ اصحاب حسینؑ میں دوسرے مقتول تھے۔“^(۲)

الفت و وفا کی بے مثال قربانی

شیدائے شوہر خاتون جس نے اپنی زندگی کی تمام دنیا اپنے عزیز جذبہ ایمانی کی خاطر قربان کر دی تھی مگر جو اپنے

(۱) تاریخ طبری، ج ۶ ص ۲۳۶ (۲) طبری، ج ۶ ص ۲۳۹

شوہر کا ساتھ آخر وقت تک دینے کا مضبوط ارادہ بھی ٹھان چکی تھی لیکن پھر اطاعت امام کے فوادی شکنجہ سے مجبور ہو کر اپنے دلی ارادوں کو پیس کر کسی طرح خیمہ میں بیٹھی تھی اب یہ معلوم کر کے کہ اس کا شوہر ہمیشہ کے لئے اسے چھوڑ گیا اور کربلا کی گرم زمین پر اپنے بہتے ہوئے خون کی سرخ چادر اوڑھے موت کی نیند سو رہا ہے پھر بے چین ہو گئی اور اس ارادہ سے نہیں کہ وہ جنگ کرے گی یا اپنے شوہر کے خون کا بدلہ لے گی کیونکہ یہ سب باتیں اس کے ایمان کے نزدیک امام کی ممانعت کے بعد اب حکم خدا کے خلاف تھیں جس کے لئے وہ کسی طرح تیار نہ تھی لیکن صرف اس لئے کہ وہ اپنے شوہر کی لاش سے ایک وداعی ملاقات کر لے میدان میں آئی اور شوہر کے سرہانے بیٹھ گئی، اس کے چہرہ سے گرد و غبار صاف کرتی جاتی تھی اور کہتی جاتی تھی کہ ”تمہیں جنت مبارک ہو۔ بہشت کی سیر کرنا مبارک ہو“ مگر قسمی القلب بے رحم درندہ سیرت، حیوان خصلت انسانوں کو یہ بھی گوارا نہ ہوا۔

ان کی معکوس فطرت اس منظر کو جس کے الفاظ بھی قلب میں رحم و ہمدردی کے جذبات پیدا کرتے ہیں آنکھوں سے دیکھ کر رحم و ہمدردی کی طرف مائل ہونے کے بجائے ظلم و تشدد پر آمادہ ہو گئی اور شمر بن ذی الجوشن نے اپنے غلام کو جس کا نام ”رستم“ تھا آواز دی کہ اس کے سر پر گرز تو لگا دے۔ وہ بڑھا اور اس نے بے تصور عورت کے سر پر گرز لگایا جس سے وہ اسی جگہ ختم ہو گئی۔^(۱)

وہب کی مشہور روایت اور اس کے اصلی ماخذ کا پتہ

یہ ہے عبداللہ بن عمیر کی روایت اس صورت پر جو تاریخ طبری میں مذکور ہے اور جسے البصار العین میں درج کیا ہے اور علامہ شیخ عبداللہ مامغانی نے تنقیح المقال میں جسے نقل فرمایا ہے۔

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۵۱

اسے دیکھ کر ذاکرین کی اس روایت کی طرف توجہ پیدا ہو جاتی ہے جو وہب بن عبد اللہ کلبی کی شہادت کے متعلق عام طور سے منبروں پر بیان کی جاتی ہے تو ہمیں واقعات ملتے جلتے نظر آتے ہیں اور اس لئے ذوق تحقیق مجبور کرتا ہے کہ اس روایت کے ساتھ اس روایت کا معیار نقد و تبصرہ کی مطابقت سے جائزہ لیا جائے جس سے ممکن ہے یہ نتیجہ برآمد ہو کہ عبد اللہ بن عمیر کلبی اور وہب بن عبد اللہ کلبی دو شہید تھے جن کے واقعات کسی حد تک یکساں ہیں یا یہ کہ ان میں کسی ایک کی اصلیت ہے اور دوسرا واقعہ اسی کی تحریفی شکل سے پیدا ہو گیا ہے جس کی بجائے خود کوئی اصلیت نہیں ہے۔ وہب بن عبد اللہ کا نام اور ان کی شہادت کا تذکرہ کسی حد تک قدیم معتبر ماخذوں میں سب سے پہلے مناقب ابن شہر آشوب میں نظر آتا ہے لیکن وہ اتنا ہے کہ بریر ہمدانی کی شہادت کے تذکرہ کے بعد لکھا ہے:-

ثم برز وہب بن عبد الله الكلبی وهو يز تجز:-

ان تنكروني فانا ابن الكلبی
سوف تروني و ترون ضربی
و حملتی و صولتی فی الحرب
ادرك ثاری بعد ثار صحبی
وادفع الكرب امام الكرب
لیس جهادی فی الوغایا للعب

”پھر وہب بن عبد اللہ کلبی میدان جنگ میں آئے اور وہ

یہ جڑ پڑھ رہے تھے:-

اگر تم مجھے نہ پہچانتے ہو تو پہچان لو کہ میں کلبی کا فرزند ہوں ابھی ابھی تم دیکھو گے مجھے اور میرے جنگ و جدال کو۔ اور میرے حملوں کو اور جنگ میں میری شجاعت کو۔ میں اپنے ساتھیوں کا تم سے بدلہ لوں گا اور اس میں کامیاب ہوں گا۔ اور میں جو مصیبتیں پڑیں گی ان کو یکے بعد دیگرے دفع کروں گا۔ میرا جہاد میدان جنگ میں کوئی کھیل نہیں ہے۔“

”فلم یزل یقاتل حتی قتل منهم جماعة ثم قال لامه یا اماہ ارضیت ام لا فقال ما ارضی او تقتل بین یدی الحسین فرجع قائلاً:-“
”اس کے بعد وہ برابر مصروف کارزار رہے یہاں تک کہ ایک جماعت کو فوج دشمن میں سے قتل کیا پھر اپنی ماں سے کہا کہ اماں آپ راضی ہوئیں یا نہیں اس نے کہا کہ میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گی جب تک حسینؑ کی نصرت میں تو قتل نہ ہو جائے۔

یہ سن کر وہب پھر میدان میں آئے یہ کہتے ہوئے:-

انی زعیم لك ام وهب
بالطعن فیهم تارة و الضرب
ضرب غلام موقن بالرب
حتى یذوق القوم مر الحرب
انی امرؤ ذو مرة و عصب
حسبی قتیل من علیم حسبی:-

”میں ذمہ دار ہوں تمہارے لئے اے ام وہب (وہب کی ماں) نیزہ بازی کا ان میں اور شمشیر زنی کا اس طرح کی شمشیر زنی جو ایک صاحب ایمان و یقین کے شایاں ہے۔ یہاں تک کہ تلخی حرب کا مزہ ان لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ میں ایک انسان ہوں صاحب قوت و شجاعت۔ کافی ہے میرے حسب و نسب کے لئے اتنا کہ میں قبیلہ علیم میں سے ایک مقتول ہوں گا۔“

”فلم یزل یقاتل حتی قتل تسعة عشر فارساً و اثنتی عشر راجلاً ثم قطعت یمینہ و اخذ اسیراً۔“^(۱)

”وہ برابر جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ انیس سوار اور بارہ پیادے قتل کئے پھر ان کا داہنا ہاتھ قطع کر ڈالا گیا اور وہ گرفتار کر لئے گئے۔“

(۱) مناقب، ج ۴ ص ۹۴

اس میں وہب کی مشہور روایت کے اجزاء میں سے صرف ان کی ماں کا تذکرہ اور بیٹے کا ماں سے پوچھنا کہ آپ راضی ہوئیں اور ماں کا کہنا کہ جب تک تو قتل نہیں ہو لے گا میں راضی نہ ہوں گی اور پھر وہب کے ایک ہاتھ کا قطع ہونا مذکور ہے اس میں نہ وہب کی زوجہ کا ذکر ہے اور نہ رخصت کے وقت اس کا وہب کو روکنا اور نہ ماں کا یہ کہنا کہ عورتوں کی باتوں میں نہ آؤ اور نہ پھر اثنائے جنگ میں زوجہ کا میدان جنگ میں آنا اور وہب کو ترغیب و تحریص کرنا ان تمام باتوں کا اس میں پتہ بھی نہیں ہے۔

اس کے بعد میر آخوند شاہ ہروی کی تاریخ 'روضۃ الصفاء' ہماری نظر سے گذرتی ہے اس میں یہ پورا واقعہ حسب ذیل نظر آتا ہے:-

”بعد از واقعهٔ بریر مادر وہب بن عبد اللہ الکلبی کہ او را قمرمی گفتند پسر خود را گفت اے وہب بر خیز دور نصرت فرزند رسول تقصیر جائز مدار وہب گفت یا اماہ ولا اقصر ان شاء اللہ۔ روئے بابل نفاق و شقاق آورہ رجزی خواند کہ اولش ایں بود:-

ان تنکرونی فانا ابن الکلبی
سوف ترونی و ترون ضربی
و چند کس را کشته نزد ما در آمد
گفت اے مادر از من راضی ہستی یا
نہ مادر گفت تا پیش امام حسین
کشته نشوی از تو خوشنود نگر دم
و منکوحہ وہب گفت ترا بخدا
سو گند میدہم کہ مرا بفراق ممتحن

نگردانی مادرش گفت اے پسر
فرمان زن مبر با اعدادین مقاتلہ کن
تا در روز جزا محمد رسول خدا
شفیع ما باشد وہب با شارۃ مادر
بمیدان مراجعت نمود و حرب آغاز
کرد تا آن مخالفان دست چپ اورا
انداختند وہب پائے در ریاض
رضوان نہاد۔“^(۱)

اس میں مناقب والے واقعہ پر اتنا اضافہ ہے۔
ماں کا نام اس کا بیٹے کو میدان جنگ میں بھیجا۔ وہب کی زوجہ کا
صرف اتنا تذکرہ اس نے جنگ سے واپسی کے موقع پر وہب
کو میدان جنگ میں جانے سے روکا لیکن ماں کی ترغیب و
تحریص نے اسے کامیاب نہ ہونے دیا۔

اس کے بعد اتنا مناقب کے ساتھ اختلاف ہے کہ وہاں
داہنا ہاتھ قطع ہوا تھا اور یہاں بایاں ہاتھ۔ اور وہاں وہب زندہ
دشمنوں کے ہاتھ میں اسیر ہوئے تھے اور یہاں جنگ میں شہید
ہوئے۔

اب شیخ فخر الدین طریکی نے منتخب میں جو صورت اختیار
کی ہے وہ صاحب ناسخ کی زبانی سنئے اور خود مؤلف 'ناسخ
التواریخ' کے تواریخی اجتہادات سے بھی لطف اٹھائیے۔
انھوں نے بھی وہب کی شہادت کا تذکرہ بریر ہمدانی کی
شہادت کے بعد کیا ہے اور لکھا ہے:-

”دیگر وہب بن عبد اللہ بن حباب
الکلبی ساختہ جہاد شد مکشوف
باد کہ طریحی در مبارزین یوم طف
دو تن وہب در قلم آورده نخستین
وہب بن وہب گویدا و نصرانی بود و

(۱) روضۃ الصفاء، ج ۳ ص ۵۸

باتفاق مادر بدست حسین
 علیه السلام ایمان آورد در کربلا
 شهید شد و دیگر وهب بن عبدالله
 اورا نیز گوید با مادر و زن حاضر یوم
 طف بود آنچه من بنده فحوص کردم
 افزون از یک وهب نیافتم و طریحی
 بعض از واردات احوال وهب را بنام
 وهب بن وهب و برخی را بنام وهب بن
 عبدالله نگاشته العلم عندالله
 بالجمله وهب بن عبدالله اسپ
 بمیدان راند و این رجز برخواند،

ان تنکرونی فانا ابن الکلب
 سوف ترونی و ترون ضربی
 و حملتی و صولتی فی الحرب
 ادرك ثاری بعد صار صبحی
 وادفع الکرب امام الکرب
 لیس جهادی فی الوغاب للعب
 و تاختن کرد بر لشکر کوفه و
 چند تن از آن گروه را با تیغ در
 گذرانید و بازشتافت و به نزدیک
 مادر آمد که قمری نام داشت
 بایستاد فقال یا امه رضیت فقال
 ما رضیت او تقتل بین یدی
 الحسین گفت ای مادر آیا از من
 راضی شدی گفت راضی نشوم جز
 اینکه در پیش روئے حسین السلام
 کشته شوی زن وهب گفت ترا بخدا
 وند سوگند میدهم پذیرائے سخن ما

بد مشود بهشانه در دهن اژدها
 مرو جان خویش را پاس دار و مرا
 نیز بیوه مگذار مادر گفت ای فرزند
 سخن زن ربا از پس گوش گذار و
 نصرت حسین راست باز مدار که به
 رضائے او در رضائے من از شفاعت
 جدش بر خوردار نتوانی شد چون
 از شب زفاف زن وهب تا روز عاشورا
 افزون از هفده روز نبود مفارقت
 شوی بروی دشوار می آمد گفت ای
 وهب بر من مکشوف است که چون
 در راه پسر پیغمبر شهید شوی در
 بهشت برین جائے کنی و با حورالعین
 هم آغوش باشی و مرا فراموش
 فرمائی واجب میکند که در حضرت
 امام بامن عهد استوار کنی که
 فردائے قیامت در بهشت خدا جدا از
 من اقامت ننمائی پس هر دو تن
 حاضر حضرت شدند زن وهب عرض
 کرد یا ابن رسول الله مرا درین
 حضرت دو مسئلت است نخست
 آنکه این جوان غریب عنقریب
 بضرب سیف و سنان رهسپار باغ
 جناح است این بیکس را در
 این بیابان بیفریاد هیچ فریاد رس
 نیست مرا به اهل بیت خویش
 سپاری تا نگراں حال من باشند و
 دیگر آنکه چون وهب درین میدان

واہیہ انگیز سر بدہد با حورالعین
 بیک بالیس سر بنہد امروز ترا بر من
 گواہ گیرد کہ چون با حور ہم آغوش
 شود مرا فراموش نکند حسین علیہ
 السلام از اصفائے این کلمات
 سخت بگریست و مسألت اورا
 با جابت مقرون داشت و اورا مطمئن
 خاطر ساخت این وقت وہب با تمام
 طرب و طلب باز کارزار شد و آغاز
 گیرد و ار نمود این از جوڑہ یسرود۔

انی زعیم لك ام وهب
 بالطعن فیہم تارة و الضرب
 ضرب غلام مومن بالرب
 حتی یذیق القوم مرا یسرب
 انی امرؤذ و مرة و غضب
 ولست بالحوار عند النکب
 حسبی الہی من علیم حسبی
 و چون پلنگ ورنده و نہنگ و منده
 خویش را بر صفوف کوفیاں افگند
 و ازیمین و شمال قتال میداد چند
 آنکہ دوازده پیادہ و نوزده تن سوار
 را ہلاک دوماہ ساخت این وقت
 مردے از لشکر کوفہ فرصتی
 بدست کردہ دست راستش را با تیغ
 از تن باز کرد وہب شمشیر را بدست
 چپ ما خود داشت و پائے از تقدیم
 جہاد فرونگذاشت مردے از قبیلہ
 کندہ تیغ بزدو دست چپش را قطع

کرد این وقت زن وہب عمود خیمہ را
 بگرفت و بحربگاہ درآمد و گفت اے
 وہب پیدرو مادر م فدائے تو باد چند
 کہ توانی رزم می کن و حرم رسول
 خدائے را اند دشمن دفع میدہ وہب
 گفت اے زن تو آنکس بودی کہ مرا
 بتقاعد از جنگ میگماشتی
 و از جنگ باز میداشتی چہ افتاد ترا
 اکنون دق الباب مبارزت میکنی و
 مرا تحریر بجہاد مینمائی گفت
 من آنگاہ دل از جان بر کندم و
 بزندگان دنیا پشت پائے زدم کہ
 ندائے حسین علیہ السلام را شنیدم
 کہ ہمی گفت و اغریتاہ و تلہ ناصراہ
 و اوحدتاہ اما من ذاب یذب عنا
 اما من ہجیر یجیر نا آیا کسے ہست کہ
 دشمن را از ما دفع دہد آیا کسے
 ہست کہ مارا پناہ دہد و اہلبیت در
 خیمہا بہ ہائے ہائے میگریستند با
 خود گفتم کہ زندگانی بعد از آل
 رسول بچہ کار آید عزیمت درست
 کردم کہ بایں قوم رزم زنم تا جان بر
 سر این کار کنم وہب گفت اے زن باز
 شو کہ ترا جنگ نفر مودہ اند گفت
 من روی باز پس نکنم تا باتفاق تو
 در خون خویش غوطہ زنم وہب را
 چون دست نبود کہ اورا، خودو
 رو بادندان جامہ اورا بگرفت و باز

داشت زن یزد کرد و خود را برانید
وہب فریاد برداشت و بحضرت
حسین علیہ السلام استغاثت برد۔

فقال الحسين جزيت من اهل بيت
خير ارجع الى النساء بارك الله فيك فانه ليس
عليك قتال۔

حسین علیہ السلام فرمود از
اہل بیت من جزائے خیر بہرہ شما باد
بسرا پردہ زنان مراجعت کن چہ
مقاتلت از برائے زنان روا نیست
عرض کرد اے مولائے من بگذار تا
قتال کنم چہ قتل بر من سہل ترمی
آید از آنکہ بدست بنی امیہ اسیر
باشم آنحضرت فرمود تو با زنان
ماہیک حال خواہی زیست و اورا
برزبان حفاظت موعظت باز
گردانید و از آنسوئے وہب را مطروح
و مجروح بخاک افگندند زن وہب
سرعت کرد خود را بر زیر شوی
درا فگند و خون از چہرہ گانش مسح
ہمی کرد شمر ذی الجوشن این دید
غلام خود را فرمان داد تا گرزے بر
سر او فرود آورد و اورا با شوہر ہم
سفر ساخت اول زنیست کہ در سپاہ
حسین علیہ السلام شربت شہادت
نوشید آنگاہ کوفیان وہب را نہر
این سعد آورد فقال ما اشد صولتک
گفت چہ بسیار سخت و صعب است

حملہ تو فرمان داد تا سرشرا از تن
گرفتند و بہ پاہ حسین علیہ السلام
پرانیدند مادر وہب سر فرزند را بر
گرفت و ببوسید و گفت۔

الحمد لله الذي بيض وجهي بشهادتك بين
يدي أبي عبد الله ثم قالت الحكم الله يا أمة
السوء اشهد ان النصاري في بيعها والمجوس في
كنائسها خير منكم۔

یعنی سپاس مر خدا کہ روئے مرا
بشہادت تو در پیش روئے
حسین ^{السلام} سفید داشت آنگاہ روئے
با کوفیان آورد و گفت اے امت
نکو بیدہ گواہی میدہم کہ نصاری
در کلیسا و مجوس در کنیسیہ بر
شما شرف دارند و از روئے خشم
سروہب را بسوئے سپاہ ابن سعد
پرتاب کرد از قضا آن سر بر سینہ
قاتل وہب آمد و بدان زخم در گذشت
آنگاہ عمود خیمہ برگرفت و بہ تاخت
و دو تن دیگر بخاک انداخت حسین
علیہ السلام اورا باز گردانید۔

فقال لها اجلسي فقد وضع الجهاد من النساء
فانك وابنتك مع جدی محمد في الجنة۔

فرمود جائے بنشین کہ جہاد بر
زنان نیست تو و فرزندت وہب
باجد من محمدؐ در بہشت بجائے
دارند پس مادر وہب باز شد و گفت۔
الہی لا تقطع رجائی حسین علیہ السلام۔

فرمود۔

لا یقطع اللہ رجاک یا ام وہب۔

یعنی اے مادرِ وہب خداوند قطع نکند امید ترا۔“

اس روایت میں وہ تمام رنگ آمیزیاں موجود ہیں جو ذاکریں کے لئے رونقِ مجلس کا سرمایہ ہیں۔ آپ ملاحظہ فرمائیے کہ صاحبِ نسخ کا ماخذ اس روایت کے باب میں طریقی کی کتاب ہے لیکن طریقی نے وہب نام کے دو شہیدوں کا تذکرہ کیا ہے، ایک وہب بن وہب جن کے متعلق ان کا بیان ہے کہ وہ نصرانی تھا اور اپنی ماں کی ہمراہی میں آکر خدمتِ امام میں شرفِ اسلام سے ممتاز اور پھر درجہ شہادت پر فائز ہوا اور دوسرے وہب بن عبد اللہ۔ مذکورہ واقعات میں سے بعض انہوں نے وہب بن وہب کے حال میں لکھے ہیں اور بعض وہب بن عبد اللہ کے حال میں، لیکن یہ صاحبِ نسخ کا ذاتی اجتہاد ہے کہ وہ کہتے ہیں تحقیق و جستجو سے مجھے ایک وہب سے زیادہ کا واقعات کر بلا میں وجود ثابت نہیں ہوا۔ بہتر لیکن اگر میں ان سے یہ مطالبہ کروں کہ آپ نے ان تمام واقعات کو اس مسلسل روایت کی شکل میں اسی ایک وہب کی نسبت جس کے وجود کو آپ واقعہ کر بلا میں ثابت بتلاتے ہیں کس تاریخی کتاب میں دیکھا ہے تو صاحبِ نسخ کے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہوگا۔

اب اگر طریقی قابلِ اعتماد ہیں تو ان کی اس روایت کو قبول کیجئے کہ واقعہ کر بلا میں دو^۲ وہب تھے اور ہر ایک کا واقعہ وہ ہی تھا جو انہوں نے تحریر کیا ہے اور اگر وہ قابلِ اعتماد نہیں ہیں تو ان کے خیالی دو^۲ وہبوں کے واقعات کو جو دوسری تاریخوں میں مندرج نہیں ملتے لیکر ان کو ایک وہب کے حالات میں سمونے کا کیا حق حاصل ہے۔

ممکن ہے وہ لوگ جو صاحبِ نسخ کی محققانہ شان پر ایمان لائے ہوئے ہیں اس سے متعجب ہوں لیکن آپ کو اس

کتاب میں قدم قدم پر جو اس طرح کے نمونے نظر آئیں گے ان سے آخر میں آپ کو میری طرح اس نتیجہ تک پہنچنا ناگزیر ہو جائے گا کہ نسخ کو ایک ادنیٰ درجہ کے تحقیقِ شیوہ مورخ کی بھی حیثیت حاصل نہیں ہے۔

وہ ایک شاہی کتب خانہ کے مہتمم ضرور تھے۔ اس لئے کتابوں کا ذخیرہ دیکھنے کے لئے کافی موجود تھا اور انھیں مورخ بننے کا شوق تھا، اس لئے انھوں نے لب و لہجہ بیشک محققانہ اختیار کیا ہے۔ روایات میں محاکمہ کیا ہے اور نتیجہ بھی نکالے ہیں لیکن اس سب میں اتنی فروگزاشتیں اور کوتاہیاں نیز غلط اندیشیاں اور خام خیالیاں ہیں جن کی بنا پر ان کے تحریرات اس سے زیادہ ناقابلِ اعتبار بلکہ مزاجِ ذہنی کے لئے خطرناک ہو گئے ہیں جتنے ایک ”مقتلِ نویس“ کے روایات جن کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ گریہ و بکا کے لئے وہ روایات نقل کر دیئے جائیں جو کتب میں مذکور و مندرج ہیں اور اس لئے ہر غٹ و سمیں اس میں بغیر کسی تصرف کے لکھ دیا جاتا ہے۔

زیر بحث روایت کے سلسلہ میں، میں جس نتیجہ تک پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ شہدائے کر بلا میں ”وہب“ نام کسی شہید کا وجود ہی نہیں ہے اور وہب کی روایت جو مشہور ہے اس کی اصل وہی عبد اللہ بن عمیر کی روایت ہے جس میں تغیر و تبدیل اور اضافہ و تذیل کے ساتھ اس روایت کی تشکیل ہو گئی ہے۔ اس کے لئے ملاحظہ ہوں ذیل کے امور:-

❖ قدیم تاریخ میں جہاں عبد اللہ بن عمیر کلبی کی روایت میں مذکور ہے کوئی تذکرہ اور نام و نشان ”وہب“ کا نہیں ہے۔

❖ زیارتِ شہداء جسے سید ابن طاووس نے ناحیہ مقدسہ امام عصر کے اسناد سے نقل کیا ہے اور جس میں نام بنام تمام شہداء کو سلام کیا گیا ہے اس میں عبد اللہ کا ذکر بایں الفاظ موجود ہے کہ السلام علی عبد اللہ بن عمیر الکلبی لیکن کوئی ذکر

اس میں وہب کا نہیں ہے۔ اور وہب کی نسبت یہ لکھا ہے کہ انھوں نے پہلے یہ

رجز پڑھی:-

ان تنكروني فانا ابن الكلبي
سوف تروني و ترون ضربتي
و حملتي و صولتي في الحرب
ادرك ثاري بعد ثار صبي
وادفع الكرب امام الكرب
ليس جهادي في الوغا باللعب
اور پھر جب ان کی ماں نے دوبارہ یہ کہہ کر بھیجا کہ
اپنی جان فرزند رسول پر نثار کر تو انھوں نے یہ رجز پڑھی:-

اني زعيم لك ام وهب
بالطعن فيهم تارة والضرب
ضرب غلام موقن بالرب
حتى يذوق القوم مر الحرب
اني امرؤ ذو مرة و عصب
حسبي قتيل من عليم حسبي
اس روایت میں یہ بھی ہے کہ وہب کا داہنا ہاتھ قلم ہوا۔
جب نوبت فارسی اہل قلم تک پہنچی جن میں اکثر لوگوں کو
روایات میں تصرف کا خاص ملکہ حاصل ہے تو ’روضۃ الصفا‘
خاوند شامی میں اس روایت کے اندر جو مناقب ابن شہر آشوب
میں تھی اتنا اضافہ ہو گیا کہ مادر وہب کا نام ’قمر‘ تھا اور نیز یہ کہ
وہب کی کوئی زوجہ بھی تھی جو اسے میدان جنگ میں جانے سے
روک رہی تھی۔ اس میں اتنا تصرف اور بھی ہوا کہ بجائے داہنے
ہاتھ کے وہب کا بایاں ہاتھ قلم کیا گیا۔

آخری زمانہ کے ارباب مقاتل تک
آتے آتے روایت میں طول پیدا ہوا اور صاحب ناخ کے عہد
سے وہ اس شکل میں آگئی جو اس وقت مشہور ہے۔ اب ماں
کے مکالموں کے ساتھ زوجہ وہب کا صرف نام نہیں بلکہ یہ بھی

عبداللہ بن عمیر کلبی کی روایت میں
موجود ہے کہ ان کی کنیت ’ابو وہب‘ تھی اور ان کی زوجہ جوان
کے ساتھ ہی اس کی کنیت ’ام وہب‘۔

عبداللہ کی روایت میں یہ خود موجود ہے
کہ زوجہ عبداللہ میدان جنگ میں آئی اور اس نے شوہر کو
ترغیب و تحریص کی۔

اس روایت میں یہ بھی ہے کہ عبداللہ کی
شہادت کے بعد ان کی زوجہ ان کی لاش پر آئی اور شمر کے حکم
سے قتل کی گئی۔

عبداللہ کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا
ہے کہ ان کی انگلیاں قطع ہو گئی تھیں۔

وہب بن عبداللہ کلبی کی روایت کے
ابتدائی خاکہ میں جو ’قرون وسطی‘ یعنی ساتویں آٹھویں صدی
ہجری میں نظر آیا ہے اور جسے ہم نے مناقب ابن شہر آشوب
سے نقل کیا ہے، وہب کے ساتھ ان کی زوجہ کا کوئی ذکر
نہیں ہے بلکہ اس کے بجائے ماں کا ذکر ہے۔

وہب کی جو رجز مذکور ہے وہ کچھ مصرعوں
کے اضافہ کے ساتھ وہی ہے جو تاریخ طبری وغیرہ میں عبداللہ
بن عمیر کی رجز ذکر کی گئی ہے۔ عبداللہ کی رجز جو طبری
میں ہے حسب ذیل ہے:-

ان تنكروني فانا ابن كلب
حسبي بيتي في عليم حسبي
اني امرؤ ذو مرة و عصب
ولست بالخوار عند النكب
اني زعيم لك ام وهب
بالطعن فيهم مقدما والضرب
ضرب غلام مؤمن بالرب

عورتیں ہو گئیں، ماں اور زوجہ ”ام وہب“ نام عورت کی نسبت اس نے یہ بھی لکھا دیکھا۔ کہ وہ ”نمر“ قبیلہ سے تھی ممکن ہے ”نمر“ کو کاتب نے کچھ اس طرح لکھا ہو کہ ”قمر“ پڑھا گیا اس لئے اس نے کہہ دیا کہ اس کا نام ”قمر“ تھا۔ لیکن عربی ذوق رکھنے والے جانتے ہیں کہ یہ نام عرب کی عورتوں کے ناموں سے جو اس زمانہ میں ہوا کرتے تھے کس درجہ اجنبیت رکھتا ہے۔ صاحب نسخ نے اس کا نام ”قمری“ لکھا ہے۔ یہ میرے خیال کی تقویت کرتا ہے بظاہر کسی فارسی عبارت میں یوں لکھا ہو گا کہ ’آں زن نمری بود‘۔ یہ نمری نسبت ہے نمر بن قاسط کی طرف جس کے قبیلہ سے یہ عورت تھی لیکن ”نمری“ سے ”قمری“ ہو گیا اور وہ نام قرار دے دیا گیا۔ اگرچہ صاحب نسخ نے ”قمری“ پر حاشیہ لکھا ہے کہ ”قمری بروزن مادی“ لیکن یہ بھی نام عربی ذوق سے کوسوں دور ہے۔

مناقب کی روایت میں تھا کہ داہنا ہاتھ قطع ہوا۔ لیکن اس ہاتھ کٹنے کی بنیاد انگلیاں قطع ہونے پر تھی۔ اسے ’روضۃ الصفا‘ کا راوی بھی سمجھا لیکن انگلیاں کٹنے کے سلسلہ میں طبری کی روایت میں صاف یہ تھا کہ (اٹار اصابع کفہ الیسری) یعنی ان کے بائیں ہاتھ کی انگلیاں قطع ہو گئیں، اس لئے ’روضۃ الصفا‘ نے داہنے ہاتھ کے بجائے یہ لکھا کہ ”دست چپ اور انداختہ“۔

اس کے بعد جس وقت نوبت صاحب نسخ تک پہنچی تو اتنے زمانہ میں ایک طرف عبداللہ بن عمیر کی پوری روایت جو طبری میں تھی وہب کی روایت میں جو مناقب کے اندر تھی سموئی جا چکی تھی اس لئے زوجہ کا میدان جنگ میں آنا اور ترغیب و تحریص کرنا، نیز زوجہ کا لاش پر آنا اور قتل ہونا جس کا وہب کی روایت میں پہلے پتہ بھی نہ تھا وہ سب وہب کی روایت میں داخل ہو گیا اور دوسری طرف نسخ نے طبری کی دو روایتوں کو جو وہب بن وہب اور وہب بن عبداللہ کے نام سے

آگیا کہ وہ میدان جنگ میں نکلی تھی اور اس نے شوہر کو ترغیب و تحریص کی اور یہ بھی کہ شوہر کے بعد وہ اس کی لاش پر آئی اور قتل ہوئی۔ اس کے علاوہ وہب کے داہنے اور بائیں دونوں ہاتھ قطع ہوئے اور وہ قید ہوئے پھر شہید کئے گئے۔ مذکورہ امور کو دیکھتے ہوئے میرے نزدیک ایک سبکھا ہوا دماغ اس نتیجہ تک پہنچتا ہے کہ سب سے پہلے وہب والی روایت جسے مناقب نے درج کیا ہے راوی کے بھول چوک یا کاتب کی غلطی سے عالم وجود میں آئی اس طرح کہ عبداللہ بن عمیر کی کنیت ”ابو وہب“ تھی، شہید کا نام اس طرح لکھا گیا ہے کہ ابو وہب عبداللہ الکلبی۔ اتفاق سے نسخ کی غلطی سے ابو کی لفظ ساقط ہو گئی، اب رہ گیا ’وہب عبداللہ‘۔ بعد کے خوش فہم کاتبوں نے دیکھا کہ اس کے کوئی معنی نہیں۔ انھوں نے درمیان میں ”ابن“ کے لفظ کا اضافہ کر دیا۔ ہو گیا: ’وہب بن عبداللہ‘ یا کسی خوش حافظہ راوی کو ابو وہب کنیت کے بجائے وہب بن عبداللہ یاد رہ گیا۔ اتفاق سے وہ عورت جس کا تذکرہ روایت میں تھا اس کی کنیت ”ابو وہب“ بھولنے کے قابل نہ تھی کیونکہ وہ رجز میں بصورت نظم موجود تھی (انی زعیملک ام وہب) لیکن شہید کے ’وہب‘ نام ہونے کی صورت میں ’ام وہب‘ اس کی زوجہ نہیں قرار دی جاسکتی تھی لہذا اسے زوجہ کے بجائے ماں قرار دیا گیا اور (انی زعیملک ام وہب) کے الفاظ کے باطل ہونے کے لئے ماں کے ترغیب و تحریص کی ضرورت پیش آئی۔ ہاتھ کی انگلیاں قطع ہونے سے ہاتھ کٹنے کی تعبیر پیدا ہوئی اور وہ روایت اس صورت میں آگئی جو مناقب میں درج ہے۔

’روضۃ الصفا‘ کے راوی کو مناقب والی روایت کی موجودگی میں کچھ کچھ طبری کی روایت بھی یاد تھی جس میں صاف اس شہید کی نسبت جس کے متعلق یہ روایت ہے، زوجہ کا ساتھ ہونا مذکور ہے۔ اس لئے اس نے مناقب والی روایت کے اندر ہی زوجہ کے ذکر کا اضافہ کیا اور اب ایک عورت کے بجائے دو

تھیں ایک دوسرے میں سمو یا جس سے وہ پوری روایت تیار ہوگئی جو اس کے پہلے موجود نہ تھی۔ پہلی ہی آمیزش کا یہ نتیجہ بھی ہوا کہ مناقب کے رو سے داہنا ہاتھ اور ’روضۃ الصفا‘ کے رد سے بایاں ہاتھ یہ دونوں جمع ہو گئے اور اس روایت میں عبداللہ بن عمیر کے داہنے اور بائیں دونوں ہی ہاتھ قطع کر ڈالے گئے۔ میری اس رائے کو کہ ”وہب“ کی شہادت کی کوئی اصلیت نہیں ہے اور جو کچھ ہے وہ عبداللہ بن عمیر کی شہادت، اس سے بھی تقویت حاصل ہوتی ہے کہ اگر وہب بن عبداللہ کلبی کی شہادت کو بھی کربلا میں تسلیم کیا جائے جیسا کہ مناقب وغیرہ کی روایت پر ایمان لانے کا تقاضہ ہے اور عبداللہ بن عمیر کلبی کی شہادت کو بھی تسلیم کیا جائے جیسا کہ طبری کی روایت کا تقاضا ہے اور زیارت کی تصریح ہے اور خود مناقب میں بھی بسلسلہ شہداء ان کا نام موجود ہے اگرچہ انہیں ”حملہ اولیٰ“ کے شہداء میں قرار دیا گیا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ دونوں شہید باہم باپ اور بیٹے کا رشتہ رکھتے تھے۔

عبداللہ بن عمیر کے بارے میں صاحبِ ناسخ کے قلم کی بدحواسیاں انتہائی پر لطف ہیں۔ انھوں نے سب سے پہلے عبداللہ بن عمیر کلبی کو مقتول اول قرار دیا ہے اور طبری والی پوری روایت درج کی ہے حالانکہ طبری میں ان کے مقتول اول ہونے کا جزو نہیں ہے۔ بیشک وہ مجاہد اول ہیں لیکن قتل وہ پہلے نہیں ہوئے ہیں اس کے بعد پھر انھوں نے عبداللہ بن عمیر کو صاحبِ مناقب کا حوالہ دیتے ہوئے حملہء اولیٰ کے مقتولین میں ذکر کیا ہے اور تیسری بار ان شہداء کے تذکرہ میں جنھیں مورخین و محدثین میں سے کسی نے بھی اپنی مصنفات میں ذکر نہیں کیا ہے اور صرف ”زیارت شہداء“ میں ان کا نام آیا ہے۔ درج کیا ہے۔ کیا اتنا اضطراب بیان کسی مورخ کے شایان شان ہے؟

(حاری-----)

کائنات قبل اسلام

علامہ سید مجتبیٰ حسن صاحب قبلہ کامونپوری

الحمد لاهله والصلوة لاهلها

کائنات قبل اسلام کی بھیمیت و بربریت کا نظارہ جاپان، مصر، تبت، ہند، فارس، جزیرہ مالٹا، روس، یونان، یورپ، عرب وغیرہ کی اخلاقی مذہبی اور تمدنی تاریخ کا جائزہ، مستشرقین یورپ کی الزام تراشیوں کا تماشا، علم الا صنم کی دلچسپ تحقیقات، مادیت کی گھنگھور گھٹا میں توحید خالص کی برق تابانی، فاران کی چوٹی پر دعائے خلیل اور نوید مسیحا کا ظہور۔

اہل یورپ آج جن کی مادی ترقی کا پارہ انتہائی ڈگری پر پہنچا ہوا ہے۔ اپنے غاڑہ رخسار سے دنیا کے اکثر بھولے بھالے انسانوں کی نظر میں حسن کے تنہا مالک بن بیٹھے ہیں مگر اسلام جو کہ دنیا کے قدیم و جدید تمدن کی ناقابل انفکاک و انفصال کڑی ہے اب بھی یورپ اور اس کے عقائد اور اس کے تمدن۔ اس کی تہذیب کو حقارت و ذلت کی نظر سے دیکھ رہا ہے۔ یورپ کو اپنے حریف کے جاہ و جلال پر جس قدر غم و غصہ ہے اس کا ظہور اسکی ہر ہر سانس سے ہوتا ہے۔

پہلے تو یورپ اسلام کو اندھا دھند الزامات کا نشانہ بناتا ہے مگر جب اس کے اعتراضات کا ترکش خالی ہو گیا اور اسے خوب تجربہ ہو گیا کہ اس علمی دنیا میں اب اسلام ہی کے اصول زندگی مانگے جا رہے ہیں جب یورپ اسلام کے قوانین فطرت سے ٹکرا کر روشنی کی دنیا میں بدنام ہونے لگا تو اسے اتہامات و الزامات کی روح کو نیا جسم دینا پڑا۔

اسے اسلام کی تمدنی جامعیت قہراً منی پڑی مگر اس نے یہ کہہ کر اسلام کے احسانات سے اپنے خیال میں سبکدوشی حاصل کرنی چاہی کہ اسلامی تمدن خود اسلام کا کوئی تحفہ نہیں ہے بلکہ یہ

تمدن یونان و فارس کے تمدن کی باہمی امتزاج و آمیزش کی ایک نئی صورت ہے عیسائی مورخ جرجی زیدان تاریخ التمدن الاسلامی الہلال مصر ۱۹۱۴ء میں اس اعتراض کو یاد دلاتا ہے۔

زعم بعض الكتاب من الافرنج ان العرب لا فضل لهم في تمدنهم الا سلاحي لا نهم انشاؤه على انقاض التمدن اليوناني والفارس فالتمدن الا سلاحي عند هم عبارة عن مزيج من ذنيك التمدنين مع بعض التعديل۔^(۱)

بظاہر جرجی زیدان کو یورپ کی اس اُچھ سے اختلاف ہے وہ منصفانہ لہجہ میں مگر پورے اندرونی تعصب کے ساتھ یہ انکشاف کرتا ہے کہ اسلام کو بیرونی امداد کی ضرورت نہیں تھی۔

بلکہ عرب قبل اسلام کا تمدن خود اعلیٰ اور اکمل تھا۔ اس خیال کو صاف صاف الفاظ میں جب یورپ اعتراض کا لباس پہنا تا ہے تو یوں کہتا ہے عرب قبل اسلام بعد الاسلام سے بدرجہا بہتر تھا۔ اسلام سے دنیا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ اسلام نے جو کچھ پیش کیا وہ عرب ہی سے لیکر وہ بھی ناکامیاب طریقے سے۔

میرا خیال ہے کہ اگر میں تاریخی روشنی میں یہ دکھا دوں کہ جس وقت اسلام آیا ہے اس وقت عرب کی کیا حالت تھی۔ اگر میں ثابت کر لیجاؤں کہ اسلام نے جو تمدن پیش کیا ہے وہ عرب کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا تو یہ کوئی گراں قدر خدمت نہیں سمجھی جاسکتی میں کسی توہین کے لہجہ میں نہیں کہتا میں ایک واقعیت کا اظہار کر رہا ہوں کہ اسلام کوئی موسوی یا عیسوی دین نہیں ہے جس کا

(۱) کچھ مصنفین فرنگ کا خیال ہے کہ تمدن اسلام میں کوئی فضیلت نہیں

ہے۔ تمدن اسلام کچھ ترمیم کے ساتھ یونان و فارس کے تمدن کا اعادہ ہے۔

فریضہ بنی اسرائیل کی چند بھیڑوں کی گلہ بانی پر ختم ہو جاتا ہو۔
(متی ۱۴، ۱۵)

یہودیت و عیسائیت کے علاوہ دنیا میں اور مردہ یا نیم مردہ مذاہب بھی ہیں ہمارا ان سب سے یکساں مقابلہ ہے۔ اس لئے صرف عیسائیت کے مقابلہ میں ہماری فتح کوئی چیز نہیں ہے۔ ہاں اسلام کے وسیع و عالمگیر پیغام کو سامنے رکھ کر اسلام کے دعوے رسالت مطلقہ کو تول کر کائنات کے مطالعہ اور نتائج کے استنباط سے اسلام کے اعلان عام کی حمایت یا تنقیص کی جاسکتی ہے۔ میرا تاریخی معلومات کی بنا پر یہ عقیدہ ہے کہ مجموعہ عالم کے تمدن کو جس میں مجھے کسی استثنائے گنجائش نہیں نظر آتی اسلام کے سنہرے اور مکمل تمدن کے مقابلہ میں محققانہ فیصلہ کے ماتحت کوئی نسبت نہیں دی جاسکتی میں مسلمان ہوں ابو البشر آدم سے کلمۃ اللہ عیسیٰ بن مریم تک سلسلہ نبوت کی کڑی کا ایک خاص عظمت کے ساتھ معترف ہوں۔ میں انکی نبوت کی صداقت کا قائل اور ان کے مکمل انسان ہونے کا مدعی ہوں۔ میرا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ہر قوم میں انبیاء آتے رہے ہیں۔

لیکن جب دنیائے انسانیت طفولیت کی منزلیں طے کر رہی تھی۔ اسے ابتدائی اور موٹے موٹے اصول کی حاجت تھی۔ اس کے نصاب تعلیم میں جلد جلد تغیر کی ضرورت تھی۔ اسے ایک ایسے ناموس اعظم ایک انتہائی لائحہ عمل سے زیادہ ایک ایسے صحیفہ کی ضرورت تھی جس میں مبادیات اخلاق اور دیگر سارے اور معمولی اصول کی تلقین کی گئی ہو۔

انبیاء جو کچھ لائے وہ وقت کے اقتضا کے موافق لائے۔ مگر اسے بھی شریر انسانوں نے عام قبولیت کا درجہ نہیں دیا۔ اور اب تو تحریف و ترمیم نے ان اصول و فروع کو اس قدر مسخ کر دیا ہے کہ اصلی حالت کا پتہ لگانا محال سا ہو گیا ہے۔

مادہ پرستی کا دور اول

خلیفۃ اللہ فی الارض یا عالم اکبر کا رئیس انسان اپنی ظاہری

صورت کے لحاظ سے کتنا ہی وجیہ کیوں نہ ہو مگر جنس سافل کے سامنے اس کی عظمت کے لیے صرف اتنی ہی وجہ ناکافی ہے۔ انسان کے لیے ایسے اعضاء و جوارح کم و بیش دوسری متحرک مخلوق کے پاس بھی ہیں۔ انسان و حیوان کے اجزائے ترکیبی میں کوئی بین فرق نہیں معلوم ہوتا ہے مگر جس چیز کا صرف انسان ہی مالک ہے اور مخلوقات سے چھلکتی ہوئی کائنات میں جو چیز اس کو سب سے برتر و بالا ثابت کرتی ہے وہ اس کے قوائے کامنہ ہیں۔

انسان کی غیر محدود صلاحیت اور مخفی قوی میں جس طاقت کا فعلی مظاہرہ اس کی مادی زندگی کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔ وہ اسکا جذبہ صیانت حیات ہے شروع شروع اسے کائنات سے کسی نظام کے ماتحت استفادہ کا سلیقہ نہیں تھا مگر اس کی بیتاب فطرت پہلی ہی فرصت میں ہر چیز کی آزمائش کا حوصلہ رکھتی تھی اسے آگ کی چمک اچھی معلوم ہوئی اسے سانپ کا لہرانا پسند آیا۔ کبھی وہ شیر کا ڈیل ڈول دیکھ کر چلا۔ کبھی اونچے اونچے پہاڑ اسے خوبصورت معلوم ہوئے اس وقت وہ صرف امنگوں کا پتلا تھا۔ وہ کائنات کے مناظر پر ٹوٹ پڑا۔ آگ نے اسے جلایا۔ سانپ نے کاٹا۔ شیر نے زخمی کیا۔ جذبہ صیانت حیات اس کے سامنے آیا۔ اب وہ اپنے ماسوا سب سے جھکے لگا۔ اس تصادم سے اس نے یہ غیر منطقی نتیجہ نکالا کہ ایک میں ناتواں محض ہوں اور سب طاقت والے ہیں جب انسانیت کچھ اور بلند ہوئی تو اسے یہ غور کرنا پڑا کہ ہم یہاں کیسے آئے۔ اس نے پہلے پہل جب آنکھ کھولی تھی اس وقت بھی اسے مناظر قدرت اپنے شباب میں نظر آئے تھے اور اب بھی جبکہ وہ اپنے حالات میں تو بچنے جوانی بڑھاپے کے انقلابات دیکھ رہا ہے۔ مگر اونچے اونچے پہاڑ، پُر شور بہتے ہوئے دریا اسے ایک حالت میں لازوال نظر آتے ہیں۔

میر کا رواں کا پتہ لگانا انسان کا فطری جذبہ تھا۔ وہ اپنے قافلہ سالار کو پہچانتا بھی تھا مگر وہ تاریکی میں تھا۔ اس کی عقل و شعور کی روشنی اپنی لوجتبی تیز کرتی جاتی تھی اسے اتنا ہی بھولا ہوا

سبق یاد آ رہا تھا۔ انسان کے بے صبر اور بچپن فطرت ہونے میں کسے شک ہے۔ اس نے اپنی ذرا سی روشنی میں اپنے سبب اول کی تلاش میں جلدی کی۔ اس کی باطنی یاد نے یہ تو یقین کامل سے باور کرا دیا کہ اس کا کوئی بھیجے والا ہے۔ مگر وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ کون ہے۔ ایک معلوم سے دوسرے مجہول کے پتہ لگانے کے اصول کو وہ صحیح طور سے ترتیب تو نہیں دے سکتا تھا۔ مگر اسے کچھ کچھ اس اصول کی چمک معلوم ہونے لگی تھی اس نے اپنے تجربہ سے مدد لی وہ آگ پانی اور اونچے اونچے پہاڑوں سے مرعوب ہو چکا تھا۔ اس نے اپنی پریشان فکری کو یہ سمجھا کر تسلی دیدی کہ مناظر ہی کا مجموعہ میرا خالق ہے۔ انسانیت نے کچھ اور ہوش سنبھالا۔ انسان کار زمین سے اپنے خیال میں فرصت پا چکا تھا۔ اسے بلند نظری کی بھوک ہوئی۔ اس نے چاند سورج اور عجیب عجیب ستارے دیکھے۔ اس نے زمین کی اشیاء سے زیادہ ان میں عظمت پائی۔ اس نے اپنے خداؤں کی فہرست میں جلی حرفوں سے ان کا نام بھی لکھ لیا۔

انسانیت روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ آسمان وزمین کے لاتعداد خداؤں کی فہرست مرتب ہو چکی تھی۔ اب وہ اس سلسلہ کو ختم ہی کرنے والا تھا کہ اسے اپنی صنف کے کچھ افراد ایسے نظر آئے جو ان ہیبت ناک پہاڑوں کو تراش رہے تھے۔ جو کہ ان سرکش اور گریز پا دریاؤں کے دہانے جس طرح چاہتے تھے موڑ دیتے تھے پہاڑ اس کے غلام بنے ہوئے تھے۔ دریا اس کے اطاعت گزار تھے۔ شیر اس کے پیروں کو چومتے تھے۔ دفعۃً آسمان وزمین کا جلال اس کی نگاہوں سے گھٹ گیا انسان کے پردہ میں اسے ناقصیت کا تصور ہوا وہ یہ کہتے ہوئے سجدہ میں جھک گیا کہ میں نے اپنے خدا کو پالیا۔ میں نے اپنے خدا کو پالیا۔ کچھ دنوں تک صبر و سکون سے وہ ان کو معبود اکبر سمجھتا رہا۔ انسان اپنی دھن میں ہے۔ نظام عالم اپنا کام کر رہا ہے۔ فرشتہ اجل نے ان حکمران اور توانا خداؤں کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔ بے حسی اور پھر فنا ان کے خلاف تقریریں کر رہی تھی مگر عرصہ تک جن کی

توانائی اور اپنی عاجزی جن کی معبودیت اور اپنی عبدیت کے مضبوط و مستحکم رشتے باندھے گئے تھے وہ نہ سہی مگر ان کی خدائی کا تصور یکا یک الوہیت کے تخت سے نہیں اتارا جاسکتا تھا۔ ان کے جسموں سے ان کی جگہیں پر کی گئیں انسانیت کی ترقی مزید نے ہر شخص کو ان کمالات کا مالک بنادیا جن کی بنا پر گزشتہ افراد کو خدائی کے لئے چنا گیا تھا۔ آخر انسان نے اپنی بیدار طاقتوں کے لئے اندازہ سے کائنات پر اپنی تسخیری صلاحیتوں کے وثوق سے اور ہر شخص میں ان صلاحیتوں کی یکسانیت سے مادی خداؤں سے دست برداری کا اعلان کر دیا۔ وہ گھڑی مادہ پرستی کی احتضاری ساعت تھی جب انسان کو اپنی سابق گمراہیوں پر ندامت ہوئی اور اس نے خدا کو ایک مافوق الخلق طاقت کی حیثیت سے دیکھا۔ مگر ابھی وہ اپنے نفسیاتی حصار سے باہر قدم نہیں نکال سکتا تھا۔ اسے ابھی یہ سوچنا باقی تھا کہ ہمارا معبود مافوق الخلق سہی لیکن اعضائے عاملہ کی اس کو بھی ضرورت ہوگی۔ انسان کو دیگر مخلوقات میں کسی کے ہاتھ پیر، رنگ نقشہ میں زیادہ جاذبیت نہیں معلوم ہوئی۔ اسے اپنے اعضاء و جوارح زیادہ کامل اور خوبصورت نظر آئے۔ اس نے تصویر یار میں اپنا رنگ بھرنا شروع کیا۔ تصویر تیار ہوئی وہ عرصہ تک اسے پیار کرتا رہا۔ اس دن ما دیت اور اوہام پرستی کا جنازہ نہایت حقارت سے اٹھادیا گیا جس دن انسان نے طے کر لیا کہ خدا ایک ابدی و لازوال اور ماوراء الخیال طاقت کا نام ہے۔ وہ جسم و جسمانیات سے منزہ ہے۔ مخلوقات کی ایسی اس میں کوئی بات نہیں۔ وہ صفات کمال کا مجموعہ ہے۔ ہم اس کی کُنہ حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتے۔ یہی مخلوق پرستی اور خدا پرستی کی تدریجی تاریخ ہے۔ اس زمانہ کے پیغمبروں نے جن کو عام زبان میں انسان کامل کہا جاسکتا ہے۔ ہر عصر میں شرک کی مخالفت اور خدائے واحد و قیوم کی اصلی توحید کی تبلیغ کی۔ اس جاہلیت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں انکی کامیابی یہی ہو سکتی تھی کہ کبھی کبھی موحدانہ آواز شعلہ خیز برق کی طرح ایک خفیف سی

چمک پیدا کر دے۔ مذاہب عالم کے سمجھنے کے لئے تھوڑے تھوڑے نقطہ نظر کے فرق سے بہت سی کتابیں لکھی گئیں ہیں۔ ہم نے ایک خاکہ پیش کر دیا ہے جس کو زیادہ تفصیل مطلوب ہو وہ ملل و نخل ابوالمظفر طاہر بن محمد اسفرانی ملل و نخل باقلانی متوفی ۳۰۳ھ ملل و نخل۔ ابو منصور بغدادی متوفی ۴۲۹ھ الفصل فی الملل والنحل ابن حزم متوفی ۵۰۶ھ ملل و نخل شہرستانی متوفی ۵۴۸ھ ملل و نخل احمد بن مرتضیٰ زبیدی دبستان مذاہب نقاۃ الملل و طراۃ النحل ترجمہ ملل و نخل قلمی کا مطالعہ کرے۔

عالم کی مادہ پرستی کی کہانی تاریخ کی زبانی

توریت سے بھی ہمارے بیان کردہ تصورات و قیاسات کی تائید ہوتی ہے۔ کتاب، پیدائش و رمیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قبل طوفان نوح بت پرستی پھیل گئی تھی۔ اس کی تائید یہودا کی تحریر سے بھی ہوتی ہے۔ وہ اپنے خط میں لکھتے ہیں۔ افسوس ان لوگوں پر جنہوں نے قائن کی راہ اختیار کی۔

بحار ص ۱۲۶ ج ۲ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی جو حدیث مروی ہے اس سے مخلوق پرستی کی ابتدائی تاریخ اور بہت سے جُزی سلسلوں پر عبور ہو جاتا ہے جن کو اب تک عام تاریخیں نہیں معلوم کر سکیں۔ امام فرماتے ہیں کہ قاینیل نے جب دیکھا کہ آگ نے ہابیل کی نذر قبول کر لی وہ ابلیس کے کہنے میں آگیا (کہ ہابیل اس آگ کی پرستش کرتے تھے اس لئے نذر قبول ہوگئی) قاینیل نے آتش پرستی شروع کر دی۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں قاینیل نے ایک آتش کدے کی تعمیر کی۔ قاینیل کی اولاد نے تر کہ میں اپنے باپ سے آتش پرستی پائی۔ اس حدیث سے آتش پرستی کی ابتدائی تاریخ اور اس کے اسباب و علل کی تفصیل بھی معلوم ہو جاتی۔

بحارج ۲ ص ۱۲۶ میں ایک اور حدیث ملتی ہے جس سے مجسمہ پرستی کی ابتدائی تاریخ کا بھی علم ہو جاتا ہے۔ قبل طوفان نوح بعض مومنین کی وفات سے عام بے چینی پیدا ہوگئی ابلیس

نے ان کا مجسمہ بنا دیا۔ کچھ دن کے بعد مجسموں کو گھروں میں منتقل کیا گیا۔ اس حالت کے ساتھ ایک زمانہ گزر گیا دوسرے قرن میں ابلیس نے لوگوں کو یہ فریب دیا کہ یہ مجسمے تمہارے خدا ہیں۔ تمہارے ماں باپ انہیں کو پوجتے تھے۔ مجسمہ پرستی شروع ہوگئی۔ جناب نوح علیہ السلام کے زمانہ تک یہی دور رہا۔ آخر کار جناب نوح علیہ السلام کی بدعا سے یہ لوگ عذاب کی زد میں آ گئے۔

بحار کی ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آتش پرستی اور مجسمہ پرستی کا آغاز جناب نوح علیہ السلام کے بہت پہلے ہو چکا تھا۔ اب ہم زمانہ نوح علیہ السلام کے توسط سے اپنے معلومات کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں۔

مصنف تلخیص التاریخ مطبع العلوم مراد آباد ۱۸۸۶ء لکھتا ہے کہ مہا بھارت کی پن پر ب میں سب سے پہلے مٹو کو مٹو بیوست کہا ہے۔ جس کے معنی ہیں صاحب کشتی اور لکھا ہے کہ منش اسی منو کے ۳ خاندان (چاند، سورج، یون کے نام سے مشہور ہوئے جن کی نسل سے دنیا کی آبادی ہے۔

اسلامی تاریخ میں بھی ہے کہ طوفان نوح علیہ السلام کے بعد نوح کے تین بیٹے ہوئے۔ حام۔ سام۔ یافث۔ انہیں کی نسل سے دنیا کی موجودہ آبادی ہے۔ قدیم زبانوں میں نوح علیہ السلام کی متعدد تعبیریں بیان کی جاتی ہیں۔ مجموعہ دساتیر میں گلشاہ عربی میں نوح علیہ السلام۔ سریانی میں یشکرا، انگریزی میں نوآ (NOAH) سنسکرت میں بیوست منو۔

اہل ہند نوح علیہ السلام کے تینوں بیٹوں میں سے ”حام“ کو یون اور سام کو ”چاند“ اور یافث کو سورج کہتے ہیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سوم کے معنی سنسکرت میں چاند ہیں جو سام کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ اب ہم دنیا کے قدیم ممالک اور انکے اخلاقی مذہبی اور تمدنی کائنات کا جائزہ لیتے ہیں ہم کو اپنے مطالعہ کے زمانہ میں ایک کتاب دنیا کی سیر مصنفہ بابو پیارے لال زمیندار بروٹھام و دیا ساگر پریس ضلع علی گڑھ ۱۹۹۹ء کے دیکھنے

کو موقع ملا۔ یہ کتاب اگرچہ بہت مختصر ہے مگر اس میں دنیا کے قدیم ممالک پر کچھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ ہم آئندہ اس کے اقتباسات پیش کریں گے۔

یونان

جواہل یونان یا فث کی نسل سے تھے ان کو اپنے مورث اعلیٰ کی پرستش کا خیال پیدا ہوا یہ پرستش جیو پیٹر کے نام سے مشہور ہوئی۔ یونانی زبان میں جیو پیٹر سورج کو کہتے ہیں۔ تاریخ یونان ڈاکٹر گولڈ اسمتھ ترجمہ منشی وزیر علی مطبع العلوم دہلی ۱۸۴۶ء سے یونانی تہذیب و تمدن کا کافی اندازہ ہوتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ ایک زمانہ میں یونانی برہنہ ہو کر ایک دوسرے سے لڑتے تھے وائنا کا بت ان میں بہت قدیم خیال کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی چوری کرنے کی حالت میں پکڑ لیا جاتا تھا تو اس کو اس لئے سزا ہوتی تھی کہ تم نے بیوقوفی سے کیوں چوری کی۔ نوجوان لڑکیاں عام طور سے عالم برہنگی میں سب سے ملتی جلتی تھیں۔ ایک بار بہت سے سپاہی یہ عہد کر کے جنگ کے لئے روانہ ہو گئے کہ بغیر فتح کئے نہیں پلٹیں گے اور اپنی عورتوں کے لیے پچاس جوان چھوڑ گئے جوان کی غیبت میں نیابت کا مردانہ حق رکھتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ یونان میں دردناک پابندیوں کے ساتھ غلامی کا رواج بھی پایا جاتا ہے۔

چین

میرے پیش نظر اس وقت چین کی دو تاریخیں ہیں۔ تاریخ چین مطبع نورالانوار میرٹھ ۱۸۶۵ء و تاریخ چین مولفہ پادی ایکسوس ترجمہ غازی محمد زماں خان مشہور فرنگی خواں ۱۸۹۴ء ان دونوں تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ چین میں ۲۴ سو برس پہلے بھی بت پرستی کا وجود تھا۔ حضرت عیسیٰ سے ۶ سو برس پہلے ایک حکیم ”لاوزی“ پیدا ہوا جس کے شاگردوں سے بت پرستی کی بنیاد پڑی۔ جب یہ مر گیا تو اس کے شاگرد چھوٹے چھوٹے بت

استاد کی شبیہ کے نام سے بیچنے لگے تھے۔ عام طور سے اس کی پرستش شروع ہو گئی۔ ایک نغفور نے جس کا لقب اوئی تھا اس مذہب کو آگے بڑھایا۔ دوسرا طریقہ بت پرستی کا ان میں ۶۵ء میں رائج ہوا اس کو بودہ کا مذہب کہتے ہیں۔ یہ مذہب ہندوستان سے منگایا گیا تھا۔ ان تاریخوں سے فیثا غورث کا ہندوستان آنا یہاں سے تنازع کا عقیدہ لیجانا بھی معلوم ہوتا ہے۔

ایکسوس صاحب لکھتے ہیں:

چین میں بت پرستی بھی تھی، الحاد بھی اور ارواح پرستی بھی۔ ”رسالہ دنیا کی سیر“ مصنفہ پیارے لال میں ہے کہ چین کے آدمی مردہ جانور کھاتے تھے کتا، بلی، مینڈک وغیرہ ان کی غذا تھی۔ بیماری میں عورتوں کا دودھ پیتے تھے۔ لاش اس وقت تک مکان میں رکھی رہتی تھی جب تک پنڈت کوئی جگہ نہ تجویز کرے۔ اس میں عرصہ گزر جایا کرتا تھا۔ چینی بزرگوں کی پوجا کرتے تھے۔ داماد لڑکی کے باپ کو بہت زلف دیتا تھا۔ بیوہ پھانسی لگا کر خود کشی کر لیتی تھی۔ اس کی یادگار میں سستی کا ایک مٹھ تعمیر ہوتا تھا چین میں عناصر اور ستاروں کی پوجا بھی تھی شنگتی ان کا سب سے پہلا دیوتا ہے۔ بادشاہ ہر سال اندر دیوتا کی پوجا کرتا ہے۔ اگر دیوتا مصیبت دور نہیں کرتا تو اس کے مندر کو ایک میعاد کے لیے بند کرتے تھے یا اس مورت کو سزا دیتے یا توڑ ڈالتے تھے اگر بارش نہیں ہوئی تو اندر دیوتا کی مورت دھوپ میں بٹھاتے جب وبا پھیلی تو بیماری کے دیوتا کو مارتے تھے۔ مجرم دیوتاؤں پر مقدمہ چلاتے تھے۔ جب مجرم دیوتا کا مقدمہ کرتے تھے تو پہلے اس کی آنکھ پھوڑ دیتے تھے تاکہ وہ حاکم کو پہچان کر نقصان نہ پہنچائے ایک دیوتا ہر شخص کے مکان میں رہتا تھا جس کی ہر روز پوجا ہوتی تھی۔

روس

ترجمہ تاریخ روس مولفہ سر ڈی میکسوی داس م نو لکشور ۱۸۸۸ء سے روس کی عجیب و غریب جہالت کا پتہ ملتا ہے۔ مثلاً

بتوں کی سواریوں کا نکالنا عورتوں کا سجدے میں گر پڑنا۔
کرامت کے عجیب و غریب غیر معقول واقعات۔

جزیرہ مالٹا

بعض تجربہ کار سیاحوں نے جزیرہ مالٹا کے مندروں کی تحقیقات کی ہے جو ۱۹۱۵ء میں اتفاقاً ماژکیس کا دن کے اطراف میں نظر آئے جب اس مقام کو صاف کیا گیا ہے تو ۳ مندروں کے آثار ملے ہیں۔ جن سے ۴ ہزار برس قبل کی تاریخ کا پتہ چلتا ہے۔ چند اسباب ایسے بھی ملے جن سے ان کی عبادت کی نوعیت معلوم ہو جاتی ہے مثلاً بڑی بڑی بھٹیاں جن میں آگ جلنے کے آثار نمایاں تھے۔ اس سے یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ یہاں جانوروں کے قربانیوں کے رسوم ادا ہوتے ہیں۔

اعضائے جنسی کی پرستش

علم الآثار کے ذریعہ سے ایسے علامات ملے ہیں جن سے معلوم کیا گیا ہے کہ سرزمین داہونی ”سوڈانی قبائل مغربی افریقہ“ دریائے کانگو کے مندروں میں مجمع الجزائر میں سماترا۔ جزائر بنارس میں جزیرہ نیوگن میں۔ جزیرہ میل بیز۔ جزیرہ جوا میں برہما میں۔ یوگانان کے شمالی حصہ میں۔ امریکہ میں۔ الاٹری میں عموماً اعضا جنسی کی پرستش ہوتی تھی۔

ہند

ہم کو ہند کی اکثر تاریخوں کے مطالعہ کا موقع ملا ہے۔ مصباح التواریخ خلاصہ تواریخ، اے لیتھرج م ۱۸۹۸ء بلالی پریس سادھورہ ضلع برنالہ میں بھی ہندوستان کے کچھ حالات ملتے ہیں۔ واقعات ہند یا تاریخ ہند ترجمہ از کتب انگریزی م نولکشور لکھنؤ ۱۸۶۸ء میں بھی کچھ واقعات پائے جاتے ہیں۔ ہندوستان گذشتہ وحال مولفہ رائے بہادر لالہ بیچنا تھ۔ بی۔ اے م۔ عثمانی پریس آگرہ ۱۹۰۴ء مفصل تاریخ ہے مختصر تاریخ ہند از ریل ڈاکٹر ڈبلو مینٹر بہادر ترجمہ اردو ایچ آرولیم۔ نولکشور لکھنؤ ۱۸۹۷ء بھی مفصل تاریخ ہے۔ کتاب واقعات پنج ہزار سالہ مولفہ

منشی رادھے لال موہان نولکشور کانپور ۱۸۹۸ء سے بھی ہند کی مجمل تاریخ معلوم ہوتی ہے۔

تاریخ ہند منشی سدا سکھ لال م الہ آباد گورنمنٹ پریس ۱۸۶۳ء میں منو کے دوسرے ادھیائے کے حوالے سے لکھا ہے کہ سرسوتی اور واسدونی، ندیوں کے درمیان جو ملک ہے اسے برہما ورت کہتے ہیں۔ اور دیودش یعنی دیوتاؤں کا ملک خیال کرتے ہیں۔

بحر شرق سے بحر غرب تک اور ہمالیہ کی حد سے بندھیا چل کی حد کے درمیان جو ملک ہے اس کو آریہ ورت کہتے ہیں یہ ملک بھی اہل ہند میں متبرک کہا جاتا ہے۔ اہل ہند جس ملک میں کالا ہرن پیدا ہوا اسکو جگ یک کرنے کے لائق سمجھتے ہیں تاریخ راجگان ہند یا فاتح راجستھان نجم الغنی م برقی پریس لکھنؤ ۱۹۲۷ء میں بھی کچھ ہندوستان کے ابتدائی مذاہب کا ذکر ہے۔ یہ تاریخ فرشتہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ بھر راج قنوج کے عہد میں ایک برہمن ایران سے آیا اس نے جادو بت پرستی۔ پرستش سیارگان ہندوستان میں رائج کی۔

تواریخ ہند ایک انگریز کی لکھی ہوئی کتاب ہے اس کا اردو میں ترجمہ ۱۸۵۹ء میں کیا گیا اس میں لکھا ہے کہ ہندوستان کا مذہب ہمیشہ بدلتا رہا۔ ہندوستان کا اصلی مذہب جو ویدوں سے پہلے رائج تھا اب کوہستان کے سوا کہیں نہیں۔ یہاں پر برہما کی پرستش بھی رائج تھی بشن اور کرشن کی پوجا اب تک تمام ہند میں موجود ہے۔ ویدوں کے دیوتاؤں کی تین قسمیں تھی۔ آگ۔ ہوا۔ سورج اور عناصر کی پرستش کے عوض رام کرشن اور شیو کی پرستش کرتے ہیں۔ وید مذہب کے بعد غالباً برہما کی پرستش رائج ہوئی سورما بہادروں کو بجائے دیوتا کے مانتے تھے۔ یہاں بیوہ عورتیں سستی ہوتی تھیں۔

صبح آفرینش ویدوں کی روشنی میں ”مولفہ سید محمد مہدی صاحب ایڈوکیٹ فیض آباد ایک دلچسپ کتاب ہے جس میں ہند

کی اصنام پرستی کی تفصیل مل جاتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

غالب نے ”مہر نیمروز“ میں تاریخ آفرینش پر تبصرہ کرتے ہوئے ہندو قصص الاصنام پر روشنی ڈالی ہے۔ تاریخ فرشتہ میں بھی اس کا ذخیرہ ملتا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں اور تقریباً کل مورخین کو یہ شکایت ہے کہ ہندوؤں نے تاریخ نویسی کی طرف کبھی توجہ نہیں کی۔ ہندوستان کے پہلے مورخ مسلمان ہیں۔ ہندو فطرتاً تحقیق کے خوگر نہیں ہیں۔ ان کی ہندی کتابیں تاریخی حکایات جنگی افسانوں سے بھری ہوئی ہیں موصوف لکھتے ہیں کہ ہندو دیوتاؤں کی کئی قسمیں ہیں ہر قسم میں گیارہ گیارہ دیوتا ہیں جن کی مجموعی تعداد ۲۳-۳۳ تک پہنچ گئی ہے۔ سب سے بڑا دیوتا اندر ہے جو نیلے آسمان کا دیوتا ہے۔ یہ دیوتا پانی برسانے کے کل مراحل طے کرتا ہے۔ ویدوں کی تعلیم کا خلاصہ ڈاکٹر لیباں نے حسب ذیل پیش کیا ہے۔

(۱) قوائے فطرت کی پرستش (۲) ان قوتوں کو دیوتا مان کر ان کے نام رکھنا (۳) روح کے غیر فانی ہونے کا اعتقاد (۴) اجداد پرستی (۵) کل کائنات کو اندر کے ماتحت بتانا (۶) مذہب کو مادی قرار دینا (۷) انسان کا دیوتاؤں کو چڑھاوے دینا، اس کے صلہ میں دیوتاؤں سے غلہ بارش مالی وسعت کی امید رکھنا۔

رگوید میں دیوتاؤں کا شمار کر کے ایک موقع پر کہا گیا کہ تین ہزار تین سو انتالیس دیوتاؤں نے اگنی کی پرستش کی۔ ہندو دیوتاؤں میں سے سب سے زیادہ باعزت نام دیویوں اور پرتھوی کا ہے۔ اپنی دیوی کارگوید میں اکثر ذکر آتا ہے۔

متر اور ورون کا بھی اکثر وید میں ذکر ملتا ہے۔ پر جینا اور داپور عدو برق کے دیوتا کا ذکر رگوید میں ہے۔ مارت دیوتا کی تعداد ایک سو اسی ہے۔ یہ طوفان کے دیوتا ہیں۔ دن اور رات کے مالک دیوتا کا نام سور یا اور سوتیری ہے۔ پشن مویشی کا محافظ دیوتا ہے۔ پوشاز دیوی آفتاب کی محبوبہ ہے۔ رگوید کے معظم دیوتاؤں میں وشنو بھی ہے تو اشتری دیوتا کا درجہ ایک صناعت کا ہے۔

تاریخ رہنمایان ہند (پرافٹس آف انڈیا) حصہ اول مولفہ باومنٹھ دت ترجمہ بابونرائن پرشاد ۱۹۱۸ء میں سری کشن کا دوشیزہ لڑکیوں کو لبھانا دل لگی کرنا اس زمانہ میں اندر دیوتا کی رضا جوئی کے لئے بڑی بڑی خرابیاں ہونا لکھا ہے۔

مشہور بھیشم کا سری کشن کو خدا کا اوتار مان کر پرستش کرنا سری کشن کا امیروں کے یہاں روپیہ کے لئے کئی شادیاں کرنا۔ سری کشن کا اپنی ذات کو خدا قرار دینا یہ سب اس کتاب میں موجود ہے۔ مصنف لکھتے ہیں کہ سری کشن کی پرستش ہر گاؤں ہر قصبہ بلکہ ہر گھر میں ہوتی ہے گوتم بدھ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ عورت کی ضرورت سے زیادہ عزت کرتے تھے۔ عورتوں نے اس نئے مذہب کے لئے جان و مال سب دیدیا تھا۔ گوتم اکثر ذی رتبہ عبادت کی دعوتیں رد کر کے عام بازاری عورتوں اور خانگی کسبیوں کی دعوتیں قبول کر لیتے تھے۔ بدھ مذہب میں برہمنگی میں کوئی مزائقہ نہیں۔ بدھ مذہب اور ہندو مذاہب میں سجدہ پرستی پھیلی ہوئی تھی۔ شکر اچار یہ نے بتوں کی پرستش کے طریقہ میں کچھ ترمیم کی۔ مہاتما رامانج مندروں میں جھاڑو دینا پرستش کے لئے مندر میں پھول چن کے لانا نجات کا سنگ بنیاد سمجھتے تھے۔ ویدوں میں عام طور پر دیوتاؤں کی تعداد ۳۳ بیان کی گئی ہے جن کے ساتھ ان کی دیویاں بھی ہیں مگر پرانوں میں ۳۳ کروڑ تک شمار پہنچایا گیا ہے۔ ہندوؤں میں خدا کے متعلق کیسا بلند تصور تھا۔ ذیل کی دلچسپ عبارت سے اس پر روشنی پڑے گی اس کو اکیلے میں کچھ مزہ نہ آیا اس لئے دنیا میں بھی کسی کو اکیلے مزہ نہیں آتا۔ اس نے دوسرے کی خواہش کی اور اس خواہش کی وجہ سے اس کا جسم اتنا موٹا ہو گیا کہ جس سے ایک عورت اور مرد نکل سکے چنانچہ اس نے اپنے جسم کو دو حصوں پر تقسیم کر کے آدھے کا نام عورت اور آدھے کا نام مرد رکھا، جن دونوں سے تمام انسان پیدا ہوئے (آرین لڑیچر کی دوسری کتاب شت پتہ)

اس نے تپ کیا اور پھر تپ کیا یہاں تک کہ اس نے اپنے

آپ کو خوب ہی بتایا اس تپے ہوئے کے رویوں (بالوں) سے الگ پینے کی دھاریں بہ نکلیں اس پانی کو پیدا کر کے اس میں اپنی پرچھائیں کو دیکھا۔ اس پرچھائیں کو دیکھتے ہی اس کی منی پانی میں گر پڑی جس کی وجہ سے پانی کے دو حصے ہو گئے ایک میٹھا جو پینے کے کام میں آتا ہے دوسرا کھارہوا جو پینے کے کام نہیں ہے (ارین لڑچر کی تیسری کتاب گوپتہ) اس یگیہ نامی ایشور کی رگ یجو، سام اور راتھروید چار سینگ ہیں۔ صبح۔ ظہر و شام تین وقت اس کے پاؤں ہیں۔ طلوع و غروب دوسرے ہیں سات جھنڈا اسکے سات ہاتھ ہیں۔ وہ منتر برہمن اور کلپ سے بندھا ہوا ہے وہ رگ یجو اور سام سے بلند آواز کرتا ہوا ایمن کے لئے انسانوں میں داخل ہوا (رگوید ۴-۴۸-۳۳ بجر ۱۷-۹۱-۱۳-۷۱ گوپتہ ۲-۱۶) بجر وید اس برہمن کا سر ہے رگوید داہنا پہلو سام وید بایاں پہلو اور اویشن آتما ہے۔ اتھروید انگرس اس کی پونچھ ہے (شدویش برہمن ۷۴) بجر وید اس کا پیٹ ہے شام سر ہے (رگوید اس کا روپ ہے۔ اس کو ناقابل فنا برہمن جاننا چاہئے اور یہی مہارشی برہمن ہے (اکوشینکی برہمنی آپ شد)

جو اسے بدھی برہمن کو جانتا ہے جس کا جسم عالم کو سہارے ہوئے ہے۔

رچائیں جس کی ریڑھ کی ہڈی ہیں۔ سال جس کے بال
میں اور بچو جس کا دل کہا گیا ہے۔ شمال و جنوب مشرق و مغرب
سمتیں و راٹ پرش پر ماتما کی کان ہیں (اتھروید ۱۶-۳)۔
قوت سامعہ اور ویدوں کے کلمات اس کی زبان یا آلہ تکلم ہے۔
یہ تمام وید پر چا پتی کی داڑھی کے بال ہیں (تیریہ ہرمن ۳-۳۹)۔

فارس

کیو مرث بادشاہ عجم کی اولاد میں ضحاک کے زمانہ سے آفتاب پرستی کا آغاز معلوم ہوتا ہے۔ شاہان عجم میں ایک فرقہ ساسانی گزرا ہے۔ اس فرقہ میں آفتاب پرستی و کواکب پرستی دونوں تھیں۔

اس فرقہ کا عقیدہ تھا کہ تمام ستارے اور آسمان یزدان کے انوار کا سایہ ہیں۔ کواکب پرستوں کے عبادت خانوں میں سیاح سیارہ کے سیاہ سپید اور مختلف رنگوں کی تصویریں پتھروں پر بنی ہوئیں تھیں۔ ملک ایران میں وسط عہد ضحاک نازی میں ایک شخص پیکر گذرا ہے۔ اس نے اپنے شاگردوں کو تعلیم دی تھی کہ آگ ہی آیز دہے وہ عالم کی پیدائش کا عجیب سلسلہ بیان کرتا تھا اس کا خیال تھا کہ:

آگ کے اشتعال سے ستارے ظاہر ہوئے۔ دھوئیں سے افلاک بنے چونکہ آفتاب کا مزاج گرم خشک ہے لہذا اس کی گرمی سے ہوا پیدا ہوئی جس کا مزاج گرم تر ہے۔ ہوا کی نرمی سے پانی پیدا ہوا جس کا مزاج سرد تر ہے۔ پانی کی تری سے مٹی پیدا ہوئی جس کا مزاج سرد خشک ہے۔

ایران کے حالات معلوم کرنے کے لئے تاریخ ایران
مصنفہ ایس جی ڈیلونگمن سابق سفیر دولت امریکہ بدر بار ایران
مطبع حمیدیہ لاہور۔ اور تاریخ شاہان فارس م ۱۲۹۷ء کا مطالعہ
کیجئے۔

تاریخ ایران میں لکھا ہے کہ ایران کی روایات کا آغاز تاریکی میں واقع ہے کسی ملک کی روایات ایسی دلچسپ نہیں ہیں جیسی ایران کی ہوشنگ کے زمانے میں۔ لوگ آتش پرست ہو گئے تھے وہ لکھتا ہے کہ ابلیس نے ضحاک کے شانے اور آنکھ کو چوما ضحاک کے دونوں کندھوں پر سیاہ فام خوفناک سانپ نکل آئے۔ آخر وہ کاٹ کر علیحدہ کئے گئے۔ وہ سانپ پھر درختوں کے شاخوں کی طرح (۱) پھوٹ نکلے۔ ابلیس کے مشورہ سے ضحاک کو آدمیوں کا دماغ کھلانے لگا۔ مصنف تاریخ ایران لکھتا ہے کہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا اپنے آپ کو ابلیس کے ہاتھ میں فروخت کرنے کا وہم ایران میں بھی ایسا ہی قدیمی

(۱) اس واقعہ کی نوعیت سے بعض مؤرخین کو انکار ہے

مسالک ابن فضل اللہ کی۔ مناجح الفکر محمد بن عبداللہ انصاری کی عنوان ایسر محمد بن عبدالمطلب ہمدانی کی اور بہت سی تاریخیں ہیں جو مصر کے متعلق لکھی گئیں ہیں۔

مصر کی قدیم تاریخ مولفہ رولن اسے ۱۷۰۰ء ترجمہ باضافہ سائفلک سوسائٹی م ۱۸۷۰ء مختصر ہے مگر ہم اس کے حوالے سے واقعات نقل کرتے ہیں۔

مصر میں بہن بھائی آپس میں شادی کرتے تھے۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ اوسوس دیوتا اس دیوی نے (جنکی مصر میں عام پرستش تھی) اسی طرح کیا تھا۔ مصر میں پجاریوں کی عزت بادشاہ کے دوسرے درجہ پر تھی مصری کہتے ہیں کہ دیوتاؤں کی تعظیم کیلئے تہواروں کا منانا سوار یوں کا نکالنا ہماری ایجاد ہے۔ ہر ضلع میں مختلف حیوانوں کی قربانیاں ہوتی تھیں۔ مگر یہ رسم عام تھی کہ قربانی کے سر پر ہاتھ رکھ کر سخت ملامت کرتے تھے۔ اور اپنے دیوتاؤں سے دعائیں مانگتے تھے کہ مصر پر جو بلائیں آنے والی ہیں وہ اس قربانی پر پڑیں۔ تناسخ کا عقیدہ بھی مصر میں تھا۔

پجاریوں کے پاس وہ کتابیں بطور مقدس صحیفوں کے رہتی تھیں جس میں سلطنت کے قوانین اور پوجا پاٹ کے مسائل درج ہوتے تھے۔ وہ حرفوں میں نہیں لکھی جاتی تھیں بلکہ ان کے واسطے علامتیں مقرر تھیں مندروں میں جو تصویر بار پور کر ٹیپس، کی ایسی ہوتی تھی کہ اس کے منہ پر انگلی رکھی ہوتی تھی تو اس سے یہ سمجھا جاتا تھا کہ اس میں ایسے راز خفی ہیں کہ جن کو بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ بت کا نصف جسم کنواری عورت کا اور باقی بدن شیر کا ہوتا تھا۔ وہ بھی اسی مطلب خاص پر دلالت کرتی تھیں۔ اور یہ مشہور ہے کہ میناروں اور بتوں اور تمام یادگار چیزوں کو اس قسم کی علامتوں سے جو بجائے حرفوں کی تحریر کے مقرر تھیں آراستہ کرتے تھے یہ علامتیں یا تو ایسی تھیں کہ جن سے عوام ناواقف تھے۔ یا جانوروں کی ایسی صورتیں تھیں جن سے کوئی خفیہ اور تمثیلی معنی نکلتے تھے۔

ہے جیسے کہ یورپ کے زمانہ جاہلیت کے ایسے قصوں سے سب لوگ بخوبی واقف ہیں۔ ساسانیوں کے زمانے میں بھی آتش پرستی عجیب عجیب طرح سے ملتی ہے یہ اس ساس کے خاندان کے پہلے بادشاہوں کی عبادت کرتے تھے۔

ایرانی انقلابات پر مذہبی رنگ چڑھانے کی غرض سے اردشیر نے اپنے سکوں کی پشت پر ایک آتش کدہ کی تصویر بنوائی جس کے دونوں طرف ایک پجاری کھڑا تھا۔ شاہ پورا اول کے زمانے میں بھی ایران میں آتش پرستی کا وجود ملتا ہے۔

تبت

دنیا کی سیر مصنفہ بابو پیارے لال میں ہے کہ تبت میں ایک عورت کی خاوند رکھتی تھی صد ہا کتے لاشوں کو کھانے کے لئے پا لے جاتے تھے۔ ہر خاندان سے ایک لڑکا گرو کی نذر ہوتا تھا۔ دیواروں پر بڑے دیوتاؤں کی صورت اور متبرک شہروں اور مبذوں تصویریں ہوتیں تھیں۔ عورتیں جب باہر نکلتی تھیں تو منہ پر سیاہ مٹی مل لیتی تھیں۔

جاپان

دنیا کی سیر میں لکھا ہے کہ جاپان کا مذہب بودھ تھا۔ اس کے پہلے ایک مذہب تھا جس میں سورج کی پوجا ہوتی تھی۔

مصر

مصر کی بہت سی تاریخیں لکھی جا چکی ہیں مجھے تاریخ الخصارۃ القدیمہ مصنفہ احمد بک کمال مولود ۱۲۶۱ھ استاد حضارۃ قدیمہ مصر بہت عزیز ہے یہ گرانقدر تاریخ ہے اس میں مصر کے قدیم تمدن پر اتنا لکھا ہے کہ ہم اس سے اس مقام پر تعرض کرنے کی ہمت ہی نہیں رکھتے۔ مصر کے حالات میں حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرہ سیوطی کی بھی ہے۔ فتوح مصر علی عبدالحکیم کی فضائل مصر ابن عمر کندی کی، تاریخ مصر ابن زولاق کی۔ خطط قضاعی اور مقریزی کی جو ۱۳۲۴ء میں مصر میں چھپ گئی ہے۔ تاریخ مصر بن میسر کی۔ ایقاظ المغفل محمد بن عبد الوہاب زبیری کی

شہر کی پرستش اہل شہر عموماً کیا ہی کرتے تھے۔ ٹائبر سے نے ایشیا کے ایک شہر کے باشندوں کی سیاسی آزادی صرف اس جرم میں چھینی تھی کہ انہوں نے اغسطس کی پرستش میں پہلو تہی کی۔ شاہ و سپین نے حالت سکرات میں کہا کہ میں اب خدائی کے مرتبہ پر فائز ہو رہا ہوں۔

”کیلوگلا“ ہمیشہ خیال کرتا رہا کہ وہ خدا ہے۔ اسی دھن میں اکثر اس نے مجسموں سے جو پیٹر (مشری) کی تصویر ہٹا کر اپنی تصویر لگا دی ایک مرتبہ ایک زور شور کا طوفان آیا جس سے ایک سیانی کا تماشہ بگڑ گیا اور اس وقت کیلو جو پیٹر پر برس پڑا۔ ایک ملک میں دو شاہوں کا گذر نہیں ہو سکتا، اب یا میں نہیں یا جو پیٹر نہیں، ہو کیس بھی ہمیشہ اپنے کو خدا سمجھتا رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سلاطین کی تصاویر اور بت مثل دیوتاؤں کے پوجے جانے لگے۔

اس زمانے میں ایک شخص پر ایک مذہبی مقدمہ چلایا گیا کہ اس نے اپنے باغ کے ساتھ بادشاہ کا بت بھی فروخت کر ڈالا جو اس میں نصب تھا۔ آخر زمانہ میں ایک عورت کو شاہ ڈومیس کے بت کے سامنے برہنہ ہونے پر سزائے موت دی گئی۔

اغسطس کے بت کے سامنے غلام کو زد و کوب کرنے پر سزائے موت ملتی تھی۔ سیوٹونیس کے اوراق کو ملاحظہ فرمائیے۔ شہوت پرستی، بہمیت، ظلم، شقاوت ناخدا ترسی۔ غرض زمام اخلاق کے جتنے عنوان ہو سکتے تھے۔ سب کی نشوونمائے کامل رومن کے اخلاق میں پائی جاتی تھی۔ مناکحت کی قید سے سب گریزاں تھے۔ شہوت پرستی انتہا پر تھی رومن فاتح جب مختلف مقام سے آدمیوں کو اسیر کر کے لانے لگے تو کچھ دنوں میں رومہ کی حالت ایک عصمت فروش بازار یا چکلے کی ہو گئی امرد پرستی کا عروج تھا۔ اولاد کشی ہر طبقہ میں کھلم کھلا رائج تھی انسانی قربانیاں ہوتی تھیں۔ مقتول کی حالت نزع کے تماشوں میں خاص دلچسپی لی جاتی تھی۔ اس باب میں نئی نئی ایجادیں ہوتی تھیں شاہ ہلیو کیپولس و

رولن صاحب لکھتے ہیں کہ مصر کے رسومات مذہبی اتنے ہیں کہ ان کی تفصیل کے لیے دفتر دفتر کے چاہئیں۔ مصریوں میں بتوں کی بہت کثرت تھی ان میں اوسرس اور اسیس (چاند سورج) بہت بڑے بت تھے۔ بیل کتے، بھیڑیے، باز، مگر، تعلق کی بھی پرستش ہوتی تھی۔ بعض جانور ایسے تھے جو خاص شہروں میں پوجے جاتے تھے۔ ایک قوم ایک جانور کو قبلہ سمجھ کر دیوتا کی طرح پوجتی تھی۔ اور دوسری قوم اس سے نفرت کرتی تھی۔ اس سلسلہ میں قتل و قتل کے ہنگامے بھی گرم ہوا کرتے تھے۔ جانوروں میں اگر کوئی دانستہ مار ڈالا جاتا تھا تو اس کے قاتل کو بھی سزائے قتل ہوتی تھی۔ قتل سہو کے لیے بھی سزا تھی۔ ایس سانڈ نہایت معزز تھا۔ اس کے نام پر بہت بڑے بڑے مندر بنائے جاتے تھے۔ اس کے مرنے کے بعد تمام مصر ماتم کرتا تھا۔ ٹولیہ لیکن بادشاہ کے زمانہ میں جب وہ جانور مرا ہے تو معمولی اخراجات کے علاوہ اس کی تجہیز میں ایک لاکھ بارہ ہزار روپے صرف ہوئے تھے۔ اس دیوتا کا قائم مقام مقرر ہوا کرتا تھا بنی اسرائیل نے کوہ سینا کے قریب جو سونے کا بچھڑا (گوسالہ سامری) کھڑا کیا تھا اور اپنا معبود بنایا تھا وہ اسیس دیوتا ہی کی نقل تھا۔ مصریوں نے صرف جانوروں ہی کے آگے خوشبو جلانے پر اکتفا نہیں کی بلکہ باغوں کے نباتات کو بھی دیوتا سمجھا۔ یہ لوگ پیاز لہسن کو بھی پوجتے تھے۔

تاریخ اخلاق یورپ

ہم اس موضوع کو لیکسی کی مشہور کتاب ہسٹری آف یورپین مارلیس کے ملخص ترجمہ جلد اول و دوم مطبوعہ ۱۳۳۸ء علی گڑھ سے پیش کرتے ہیں رومن شہنشاہ غیر مسئول ہوتا تھا۔ اغسطس کے زمانے سے اہل عزت کو آبرو کے لالے پڑ گئے تھے۔ سلاطین نے اپنے معبودانہ اوصاف کا اشتہار دے دیا۔ لوگوں میں مدت سے عبدیت کی خواہش چلی آرہی تھی رومہ قدیم میں خداوندانہ اوصاف کے بہت سے اشخاص مالک سمجھے جاتے تھے۔ بائیان

ذہن نشین کر لیں کہ دنیا میں ذیل کے مذاہب زیادہ مانے گئے ہیں۔

(۱) ہندو (۲) بودھ (۳) کانفیٹوشش (۴) تاو (۵) یہود (۶) عیسائی (۷) آتش پرست (۸) عناصر پرست (۹) لا مذہب۔

ہمارے مطالعہ کے دوران میں ہم کو ایک کتاب خیر الکلام فی احوال العرب قبل الاسلام مولفہ محمد عبدالحی صاحب وکیل دہلی ۱۸۳۱ء بھی ملی جس میں مجملہ مذاہب عالم کا بھی ذکر آ گیا ہے۔

اب ہم بعض بتوں کے متعلق دلچسپ معلومات جو کہ تلاش اور جستجو کے بعد حاصل کئے گئے ہیں اور مستشرقین یورپ کے بعض الزام کو پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہو سکے گا کہ اسلام کے قبل دنیا میں انسان کی دماغی پرواز کتنی تھی اور اہل یورپ اپنے پھپھولے پھوڑنے میں کہاں تک حق بجانب ہیں۔ نعتہ مجمع بحار الانوار مولفہ نولکشور ۱۹۶۷ء اور نہایت اللغۃ ابن اثیر باب الصاد مع النون سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر خدا کے سوا کوئی مجسمہ عبادت کے لئے بنایا جائے تو اسے صنم کہتے ہیں اگر جسم و صورت نہیں ہے تو شن کہیں گے۔

فتح المجید شرح کتاب التوحید عبدالرحمن بن شیخ حسن بن محمد بن عبد الوہاب م سلفیہ قاہرہ معلوم ہوتا ہے کہ جبت بھی صنم کے معنی میں آتا ہے منہی الارب ص ۲۱۷ میں ہے ہر وہ شے جبت ہے جس کی خدا کے علاوہ پوجا کریں۔ فرائد اللغۃ فی الفردق ص ۱۶۶ میں یہ بہت مفصل ہے اس میں کئی لفظوں کا فرق بنایا ہے۔ (صنم و شن، زور، زوں، شن) وہ لکھتے ہیں کہ صنم انسان یا حیوان کی صورت یا مجسمہ کو کہتے ہیں جو عبادت کے لیے بنایا جائے اور شن وہ ہے جس کا مجسمہ لکڑی یا پتھر یا چاندی یا جو ہر کا ڈھلا ہوا ہو، صنم میں تصویر بھی ہوتی ہے شن سادہ ہوتا ہے۔

”زور“ اور ”زوں“ ہر اس شے کو کہتے ہیں جو عبادت کے لئے بنائی جائے۔ ان لفظوں کا اطلاق عبادت گاہوں پر بھی ہوتا

گپیلس کھانا کھاتے وقت بطور تفریح اپنے سامنے قیدیوں کو جنگلی جانوروں سے نچواتا تھا اسپنسر ایک حلیم اور سلیم الطبع مشہور ہے جو مشغلہ تفریح کے لئے مکھیوں کو پکڑ کر مکڑی کے جال میں ڈال دیتا تھا۔ اور بیٹھا ہوا ان کے دم توڑنے کا تماشہ دیکھتا تھا۔ جب بت پرستوں کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوتا ہے کہ بائبل انسانی کلام معلوم ہوتا ہے۔ اس میں بہت سے قصے وہی میں ہیں جو ہمارے یہاں پہلے مشہور تھے تو اس کے جواب میں مسیحی علماء کہتے ہیں کلام ربانی کے اثر کو زائل کرنے کے لیے شیاطین پہلے سے جا کر آسمان سے ان قصوں کو اڑالائے اور انہیں دنیا میں مشہور کر رکھا ہے۔ جھاڑ پھونک اور آسیب اتارنے کو مسیحی ہمیشہ سے اپنا حصہ بتاتے چلے آتے ہیں۔ ۳۲ء میں قحط شدید کے موقع پر لوگ نئے معبود سے مدد مانگ رہے تھے۔ تو پولیس کے زور سے صرف رومی معبودوں کی پرستش کرائی گئی۔

۶۱۵ء میں ملکی خداؤں کی پرستش کا بڑا نظام کیا گیا تھا غیر ملکی دیوتا عطار کی پرستش کرنے والے خارج البلد کردئے گئے تھے مسیحیوں کی خفیہ انجمنوں پر بہت سی بد اخلاقیوں کے ارتکاب (شرابخواری مردم خواری۔ غیر متمیز حرام کاری) کا الزام تھا۔

پادریوں کے ہاتھ میں نجات تھی وہ جسے چاہتے جنت میں بھجواتے اور جسے چاہتے جہنم میں پھنکوا دیتے۔ بھوت پریت وغیرہ کا اعتقاد کتب یہود میں تھا ہی، تمام مسیحیوں کو ان کے وجود پر پورا یقین تھا۔ کتاب بیانات مستورات ممالک مسیحی ترجمہ مس میلد ص ۲۶ مطبوعہ ۱۸۸۹ء میں عیسائیوں کا عقیدہ لکھا ہے کہ عیسیٰ نے ہمارے لئے لڑکپن میں تکلیف اور محتاجی سہی اپنی جوانی میں رسوائی اور موت کا سامنا کیا تاکہ ہم گنہگاروں کو باپ کی طرف پھر متوجہ کر کے سلامتی بخشے۔

ہم نے نہایت اجمال کے ساتھ مذاہب عالم قبل اسلام پر روشنی ڈالی ہم اگر تفصیل کی طرف مائل ہوتے تو یہ موضوع دس پندرہ جلدوں میں بھی نا تمام رہتا۔ خلاصہ کے طور پر ناظرین یہ

کثری خاص جدیس و طسم کا بت تھا کہا جاتا ہے کہ نیشل بن رئیس نے اسے توڑا ہے (منتہی ربع رابع ۱۶۰۰ مصطفائی پریس لاہور ۱۸۹۷ء ذوالکعبات بمکر و تغلب بنی وائل سندادی کا بت تھاروز فتح مکہ توڑا گیا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۸۵)
 مجم ۱۹۵-۴ میں ہے کہ حضرت موت کے قریب ناحیہ مثلث مقام نجر پر ایک بت کا نام ذرتح تھا۔

مجم ۲۹۳-۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ نیش ایک بت کا نام تھا جس کے لیے ایک گھر بھی بنایا گیا تھا کل بنی او۔ بنی ضہ۔ تیم و عدی عکل۔ اس کی عبادت کرتے تھے ذوالخلصہ کے متعلق ابن ہشام ۱۸۳-۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اوس و خشم و بجیلہ اور ان عربوں کا بت تھا جو ان کے بلاد میں رہتے تھے یا قوت حموی نے اس کے پجاریوں میں ازوالسراۃ کا بھی اضافہ کیا ہے۔

مجم ۲۶۸-۷ میں ہے ذوالکفین عمرو بن جہمہ کا بت تھا۔
 مجم ۲۹۳-۷ میں محرق کو سلمان شکاری بن وائل اور کل ربیعہ کا بت لکھا ہے۔

یا سر النعم کا بت

یہ سلیمان اور ان کے لڑکوں کے بعد ناشر بن عمرو ذال بادشاہ کا بتایا جاتا ہے، جس کو ناشر منع بھی کہتے ہیں۔ اہل یمن کا خیال ہے کہ اس نے اہل مغرب پر حملہ کیا اور وادی رمل تک جہاں کوئی نہیں جاسکتا پہنچ گیا۔ یا سر النعم نے اس وادی کے کنارے تانے کا ایک بت بنوا کر رکھ دیا تھا۔ اس کے سینہ پر عبارت ذیل کندہ کرادی تھی۔

هذا الصنم لیباء سر النعم لیس ورائه
 مذهب فلا یتکلف احد ذلك
 (ترجمہ بن خلدون ۱۳۴ م الہ آباد ۱۹۲۶ء)

اقیصر

حدود ہشام میں قضاۃ۔ نعم۔ حزام۔ عاملہ۔ غطفان، کا بت تھا اس کا حج ہوتا تھا۔ یہاں سر منڈایا جاتا تھا۔ اس کی تفصیل مجم

ہے۔ عثن چھوٹے بت کو کہتے ہیں۔ فراندس ۱۶۹ میں تمثال صورت اور دمیت میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے تمثال مخلوق ذوات الارواح کی شبیہ کو کہتے ہیں صورت میں جاندار اور غیر جاندار کی تخصیص نہیں ہے۔ دمیت بھی بت کو کہتے ہیں۔ بعض نے تخصیص کی ہے کہ یہ بت سرخ پتھر کے ہوتے تھے۔ مگر اس قید کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ بلکہ عرب حسن کے لیے حرۃ (سرخ) کا استعارہ کیا کرتے تھے۔ قرآن میں اصنام۔ اوثان۔ انصاب۔ نصب تمثال۔ جبت کا لفظ آیا ہے مجم البلدان ۱۲۲-۳ سے ابو المنصور ہشام بن سعد کلبی کی کتاب الاصنام کا پتہ ملتا ہے لیکن مجھے اس کے مطالعہ کا موقع نہیں ملا۔ لغات اور دیگر کتب کی تلاش سے بتوں کے بعض نام اور حالات لکھے جاتے ہیں۔

آزر (ترجمہ تاریخ بن خلدون ج ۱ ص ۵۶) ایسا۔ ابرار الا۔ اساف۔ اوال۔ افلوں۔ اقیصر۔ بک۔ بعل۔ تیم۔ باجر۔ بحمہ۔ جربان۔ جہاد۔ جریس۔ جاسد۔ جہہ (نہابہ بن اثیر) جبت حمام۔ خلصہ۔ دوار (منتہی ۵۸۳) نو جوان عورتوں کا بت ذوالکلب۔ ذوالشری۔ ذوالکفین۔ الذبال ذرتح۔ ذوالکعبات۔ ذات الانواط رضاء۔ ریام۔ سعیر۔ سواع شارق (منتہی ۶۴۰) سعد۔ شر۔ شمس۔ ضر۔ ضمور۔ ضم۔ طارق۔ طائر۔ طاعوت۔ عام۔ عبعب۔ عمیانس۔ عوف۔ عمرہ۔ عزی۔ عمودان۔ فلس۔ فروح۔ فراص۔ قانس کثری۔ کسو۔ (منتہی ۶۲۲) لات۔ محرق۔ مدان۔ (مجم ۷-۱۲) مصبح۔ مطعم۔ مناة۔ نائلہ۔ نسب۔ نہیک۔ وثاب۔ دو۔ دن۔ ہبل۔ یغوث۔ یعوق۔ یلیل یا سر النعم۔

گیارہ بتوں کے نام۔ جعت۔ طاعوت۔ لات۔ عزی۔ مناة۔ ود۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق، شر۔ بعل۔ قرآن میں بھی مذکور ہیں۔ نسا۔ ۵۵۔ ۲۵۔ نجم۔ ۲۷۔ ۱۹۔ نوح۔ ۲۹۔ ۲۱۔ ۲۳۔ ذوالشری خاص قبیلہ دوس کا بت تھا۔ (منتہی ۹۴۳) فلس خاص بنی طے کا بت تھا۔ (منتہی ۱۴۵۱) باجر قبیلہ ازد کا بت تھا (منتہی ۷۹)

باب الہزہ ۳۱۵-۱ میں ملے گی۔

اساف و نائلہ

اساف و نائلہ کی حقیقت اور قریش میں اس کی پرستش کی تاریخ جب امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھی گئی ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں نوجوان انسان تھے۔ (اساف بن یعلیٰ جرہمی - نائلہ بنت زید جرہمی) دونوں خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ ایک تنہا مقام پر ان دونوں کا تصادم ہوا۔ ایک نے دوسرے پر نا جائز نگاہ ڈالی اور وہیں (بدکاری واقع ہوئی۔ خدا نے انہیں عبرت کے لئے مسخ کر دیا۔ قریش نے ان کی پرستاری کے لیے یہ استدلال کیا کہ اگر خدا کو انکی عبادت نا منظور ہوتی تو ان کی اصلی حالت میں تغیر نہ دیتا۔ (بحار ۱۲۶-۲)۔

سیرۃ جلیہ ۱۳-۱ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ معجم ۲۱۸-۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ میں یہ بت توڑے گئے ہیں۔

سعد

سعد مکان بن کنانہ ساکن جدہ کا بت تھا (معجم ۵۴-۵۔ منتہی ۸۳۶)

بحار ۱۲۸-۲ سے سعد کے متعلق کافی تفصیل مل جاتی ہے ایک زمانے میں قریش کو قحط سالی سے سابقہ ہوا مکہ سے باہر نکلے۔ ادھر ادھر پھیل گئے۔ راستے میں کوئی خوبصورت درخت یا پتھر مل جاتا تھا تو فریفتہ ہو کر اس کی عبادت کرتے تھے۔ اس کے لئے بکریاں ذبح کی جاتی تھیں۔ اسے خون سے آلودہ کرتے تھے۔ اس کا نام سعد صخرہ رکھا تھا۔ جب کوئی اونٹ یا بکری بیمار ہو جاتی تھی تو اس پتھر کو اس سے مس کرتے تھے۔ ایک عرب اپنے اونٹوں کا گلہ لیکر آیا تھا کہ سعد سے ان کو مس کر کے برکت حاصل کرے۔ اونٹ بھڑکے اور بھاگ گئے۔ اس نے اس وقت کہا کہ سعد کے پاس ہم تو اس لیے آئے تھے کہ ہمارے شیرازہ کو منضبط کرے۔ لیکن سعد ہمارے لیے پراگندگی کا باعث ہوا۔ ہمیں سعد سے کیا غرض وہ تو زمین کا ایک سیاہ پتھر ہے وہ کیا

ہدایت یا رہنمائی کر سکتا ہے۔ ایک اور عرب نے دیکھا کہ اس پر ایک لومڑی پیشاب کر رہی ہے اس نے کہا واہ۔ خدا بھی خوب ہیں جن کے سر پر لومڑی پیشاب کر رہی ہے۔

حمام

معجم باب الحی والمیم ۳۳۳-۳ میں حمام کے متعلق لکھا گیا ہے کہ حمام ہند میں حرام بن خثعہ بن عبید بن کبیر بن عدہ کا بت تھا۔ ظہور اسلام کے وقت اس سے آواز سنی گئی تھی۔ مناقب ابن شہر آشوب ۴۸-۱ اور بحار ۱۶۰-۶ میں اس کی مزید تفصیل بھی موجود ہے وہ آواز جو حمام سے پیدا ہوئی تھی یہ ہے۔

یابنی ہند بن حرام ظہر الحق واودی حمام۔ ودفع الشرک الاسلام۔

اے بنی ہند ابن حرام حق ظاہر ہو گیا۔ حمام ہلاک ہوا۔ اسلام نے شرک کو مٹا دیا کچھ دن کے بعد یہ آواز سنی گئی۔

یاطارق بعث النبی الصادق جاء بوحی ناطق صدع صادق بتہامة لنا صریہ السلامة ولخا ذلیہ الندامة هذا الودع منی الی یوم القیامة۔

اے طارق بنی صادق مبعوث ہو گیا۔ وہ بولتی ہوئی وحی لایا ہے۔ تہامہ میں منادی نے پکار دیا ہے۔ اس کے مددگاروں کے لیے سلامتی ہے۔ اس کے چھوڑنے والے کے لیے ندامت ہے اب قیامت تک ہماری اور تمہاری جدائی۔ اس کے بعد بت منہ کے بل گر پڑا۔ اور چکنا چور ہو گیا۔ زید بن ربیعہ نے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس واقعہ سے خبر دی۔ آپ نے فرمایا ہے ”جن مومن“ کا کلام ہے۔ زید اس واقعہ سے مسلمان ہو گیا۔

ضمیر

ایک بت کا نام ضمیر تھا۔ عباس بن مرداس سلمیٰ اس کے پاس گیا ہے اور اس کے سامنے جھاڑ ودی ہے۔ اسے مس کیا اور چوما۔ اس وقت اس سے ایک آواز پیدا ہوئی۔

یا عباس ابن مراد اس قل للقبائل من
یسلم بعدھا۔ هلك الضمير و فاز اهل المسجد
هلك الضمير و كان يعبد مرة قبل الكتاب الى
النبي محمد۔

اے عباس قبائل سے کہہ دو اب کون بچ سکتا ہے ضمیر
ہلاک ہوا اہل مسجد کامیاب ہوئے ضمیر ہلاک ہوا حالانکہ وہ قبل محمدؐ
کے پوجا جایا کرتا تھا۔

عباس اپنے قبیلہ کے ۳۳ سو سواروں کو لیکر رسول کی بارگاہ
میں آئے ہیں۔

حضرت انہیں دیکھ کر مسکرائے اور پوچھا عباس کیسے
مسلمان ہوئے۔ اس نے تمام قصہ سنایا، آپ نے فرمایا سچ کہتے
ہو۔ (مناقب ۲۵-۱)

فراص

یہ سعد عشرہ کا بت تھا اس کی بڑی تعظیم ہوتی تھی۔ اس کا
محافظ ایک شخص قبیلہ بنی انس اللہ بن سعد العشرہ سے تھا۔ اس کو
ابن وقشہ کہتے تھے۔ ابن وقشہ جنوں کی خبر دیا کرتا تھا۔ ذباب بن
حرث بن عمر اس قبیلہ کا آدمی ایک دن کا واقعہ بیان کرتا ہے کہ
ابن وقشہ میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔

یا ذباب اسمع العجب العجاب بعث احمد
بالكتاب بيد بمكة لا يجاب۔

اے ذباب عجیب بات سنو۔ احمد کتاب کے ساتھ
مبعوث ہو گئے، وہ مکہ سے اپنی تبلیغ کی ابتدا کریں گے، مگر ان کو
وہاں مناسب جواب نہ ملے گا۔

ذباب نے اس کی تشریح پوچھی۔ ابن وقشہ نے کہا مجھے اتنی
ہی خبر دی گئی ہے۔ ذباب نے کچھ دن کے بعد رسولؐ کے ظہور کی
خبر سنی ذباب فراص کو توڑ کر مسلمان ہو گئے۔ (بخاری ۶۱۶۱)

عمرہ

عمیر بن جبلة کلبی ایک بت (عمرہ) کے سامنے اس کی

عبادت کر رہے تھے۔ دفعۃً عمرہ سے آواز پیدا ہوئی۔ عمرہ
سرداران عصام کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔

یا عصام یا عصام جاء الاسلام و ذهب
الاصنام و حقنت الدماء و وصلت الارحام

اے بنی عصام اے بنی عصام اسلام آ گیا۔ اصنام
رخصت۔ خون بہائے جائیں گے صلہ ارحام ہوگا۔ عمیر ڈر گئے
اور پھر عبادت میں مشغول ہو گئے پھر عمیرہ نے ایک شخص ’بکر‘ کو
مخاطب کر کے کہا :

بکر یا بکر بن جبل جاء المرسل قومه
المطعمون في المحل ارباب يثرب ذات النخل و
يكذبون اهل تهامة و اهل فلج و اليمامة۔

اے بکر۔ جبل کے بیٹے بکر مرسل آ گیا۔ اس کی قوم وہ
ہے جو قحط سالیوں میں لوگوں کا پیٹ بھرتی ہے۔ اس کی تصدیق
وہ کریں گے جو یثرب والے ہیں جو باغ والے ہیں اور تہامہ فلج
و یمامہ والے اسے جھٹلائیں گے۔

رسول کی بعثت کے ایک ماہ قبل جبر بن مطعم بھی مقام بوانہ
میں جب کہ وہ ایک بت پر قربانی چڑھا رہے تھے۔ اس بت سے
یہ آواز سننے لگا۔

العجب ذهب استراقى الوحي و ير حى
بالشهب لبني بمكته محمد مها جرتہ الى يثرب۔

(کامل ۲/۱۶ مناقب ۱/۴۹ طبری مصر ۲/۲۰۵)
تعجب خیز بات سنو اب وحی کا چرانا گیا۔ اب (شیطان)
شہاب ثاقب سے مارا جائے گا۔ بنی کلبی کی وجہ سے جو یثرب کا
مہاجر ہے۔

ہبل اور بعل

بعل ایک بت کا نام تھا بنی اسرائیل جس پر اپنی اولاد کو
بھینٹ چڑھاتے تھے۔ (تیسرے ۳۱/۱۲) توریت میں بعل کا
بہت ذکر ہے۔ (عدد ۲۲ ملوک ۲۱/۳ تاریخ دوم ۲۳/۲۳)

توریت میں بعل کو کئی طرح یاد کیا ہے۔ کہیں بعل کہیں بعل فغفور کہیں بعل بریث (عدد ۳۵/۲ قضاہ ۸/۲۳/۹/۴) توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایل مدین اس کو پوجتے تھے۔ (عدد ۲۲/۴۱)

بعل کے معنی ہیں آقا۔ اسی لیے شوہر کو بعل کہتے ہیں۔ قوم الیاس میں بھی یہ بت پوجا جاتا تھا۔ جیسا کہ سورہ صافات میں حضرت الیاس علیہ السلام کے ذکر میں اس کا نام لیا گیا ہے۔ مجم ۲۲۸/۲۔ میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔

اس بت کے نام پر بعلبک شہر کا نام رکھا گیا۔ یونانی بھی اس کی عزت کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بت سونے کا تھا اس کا قد چودہ ہاتھ لمبا تھا۔ چار منہ تھے۔ (لسان العرب ۶۲/۱۳) بعض ہبل کو بعل کی تحریف کہتے ہیں۔

سنانک الذہب محمد امین بغدادی باب ذکر دیانات عرب قبل اسلام ص ۱۰۲ میں ہے کہ ہبل عقیق احمر کا تھا۔ دست شکستہ انسان کی شکل تھا۔ قریش نے اسے یوں ہی پایا تھا۔ اس کا سونے کا ہاتھ بنوایا گیا۔ کعبہ میں اس کا نصب کرنے والا خزیمہ بن مدرکہ ہے مناقب ۱/۴۹۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہبل سے بھی آواز پیدا ہوئی تھی جس میں حضرت کی نبوت کا ایک ترانہ ہے۔ اس وقت عرب یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اب تک ہم کو بہکاتے تھے اب ہمارے بتوں کو بھی دھوکا دینے لگے۔

لات

لات کا مادہ ابن عباس تو ”لت“ بتاتے ہیں جس کے معنی ہیں گھولنا اس معنی کے ذیل میں ایک واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے: کہ ایک عرب زمانہ حج میں ایک چٹان پر بیٹھ کر ستو گھول کر حایوں کو پلاتا تھا۔ جب وہ مر گیا تو اس چٹان کی پرستش شروع ہو گئی۔

مجم میں اسے لیت سے مشتق بتایا ہے جس کے معنی ہیں

بھرنی والا۔ ان دونوں مادوں کے خلاف بعض نے یہ احتجاج کیا ہے کہ ابن عباس کی توجیہ کی بنا پر لات کو مشدہ پڑھنا ہوگا حالانکہ یہ لفظ بالتحفیف پڑھا جاتا ہے اور مجم کی تحقیق کی بنا پر یہ لات نہ ہوگا بلکہ لانت ہوگا۔

مجم ۱۶۵/۷۔ اور سیرۃ بن ہشام مصر ۱۳۲۹-۵۲-۱۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ لات وعزی طائف میں ثقیف کے بت تھے۔

بعض متشرقین کہتے ہیں کہ اللہ اور لات ایک ہی لفظ کی دو ہیئت ہے قریش نے اللہ کو مذکر بت کیلئے مقرر کیا تھا۔ اور لات کو اس کی دہی کہتے ہیں۔ ان کا الزام ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تمام قبائل کے بتوں سے لوگوں کو ہٹا کر اپنے قبیلے کے بت کو مرکزیت دے دی۔

بعض مسلمانوں نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ اللہ کی تانیث عربی قاعدہ سے اللات نہیں ہو سکتی۔ مسیح سے چار سو برس پہلے ایک دیوتا کا نام الیلات بھی بتایا جاتا ہے۔ اللہ کی اصل الالہ ہے یہ لفظ تمام سامی زبانوں میں خدا کے لیے مستعمل ہے۔

متشرقین یورپ کی یہ نکتہ سنجی ایسی ہی ہے جیسے مسٹر اما سوامی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے کہا ہے کہ مسیح لفظ مہیش اور کرائسٹ ”کرشن“ سے نکلا ہے۔ باپ بیٹا روح القدس برہما شیو اور مہادیو کی عقیدے کے مطابق ہے کیا یورپ مسٹر اما کی اس تاویل کو ماننے کے لیے تیار ہے۔ اگر نہیں تو وہ بتائے کہ اس کے پاس لفظ اللہ کے بت کے لئے وضع ہونے کا کون سا حوالہ ہے۔

عیسائی جب زیادہ ذہانت پر تل جاتے ہیں تو ان سے ایسی ہی حرکتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ العرب قبل الاسلام اور تمدن اسلام میں جرجی زیدان مصری مسیحی مورخ نے جہاں اپنے اجتہاد کو دخل دیا ہے۔ ان سے ایسے ہی کمالات ظہور میں آئے ہیں۔ مثلاً رقیم کے متعلق ان کی تحقیق ہے کہ وہ یونان کے غیر معروف شہر ”ارکر“ کی تحریف ہے۔

لات کی تحقیق میں بحار الانوار ۸/۳۴۲ سے کافی مدد ملتی ہے وہ لکھتے ہیں کہ لات پہلے ایک پتھر کا نام تھا اور عزی ایک درخت کا بعد میں یہ دونوں بتوں کے نام کیلئے لئے گئے۔ بعض کا خیال ہے کہ عزیٰ اعز کی اور لات اللہ کی تانیث ہے۔

میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید اور توارخ کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرب کہتے تھے کہ ملائکہ خدا کی بیٹیاں اور بیویاں ہیں اور ان کے بت عموماً صنف نسواں کی حیثیت میں ہوتے تھے۔

اس تصریح سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے بتوں کو عورتوں ہی کے رنگ میں دیکھنا چاہتے تھے۔ انصاف سے بتایا جائے کہ کسی ایک قدیم اور پاک لفظ سے اگر بعد میں کوئی مشتق بنا یا جائے اور اس کا خراب معنی میں استعمال ہونے لگے تو اس سے سابق و قدیم لفظ کی عظمت کیسے گھٹ سکتی ہے۔

یہ صحیح ہے کہ عرب نے لات کو اللہ کی تانیث کہا اور عزیٰ کو اعز کی۔ مگر یہ بتانا چاہئے کہ اس سے لفظ اللہ اور عزیز پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے جو قدیم زبانوں میں بھی خدائے واحد و قدوس کے لئے مستعمل ہے۔

ہم اس موقع پر حکیم اسلام حضرت علی علیہ السلام کے کلام کی ایک سند پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ خانہ کعبہ میں ایک شخص کہہ رہا تھا اے عزیز جو عزت پاتا ہے وہ تیری عزت کے سائے میں پاتا ہے۔ اس وقت حضرت علی علیہ السلام نے یہ انکشاف فرمایا کہ لفظ عزیز سریانی زبان میں خدا کا اسم اعظم ہے مناقب۔ ۸۵-۲

ہم آخر میں یورپ کو اس کی ذہانت کی داد دیتے ہوئے پوچھتے ہیں کہ اگر ہم کہیں کہ یونان اور یورپ کے توسط سے عرب تاجر ”لیٹو“ بت کولات کی صورت میں لائے تو اس کے پاس کیا جواب ہے۔

ود۔ یعوق۔ یغوث۔ سواع۔ نسر

ان اسما کے معنی بیان کرنے کی بہت کوشش کی گئی ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ ود کے معنی ہیں محبت، اس کے مقابل میں ایک نکرہ دہی کو انہیں لانا پڑا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ ود اصل میں اد ہے۔ بابل میں اُد آفتاب کو کہتے ہیں۔ سواع کے متعلق بہت غور کیا گیا، مگر اس کا مادہ نہیں معلوم ہو سکا بعض حضرات نے یہ احتمال پیدا کیا ہے کہ شاید یہ سوع سے مشتق ہو جس کے معنی ہیں زمانہ۔

یعوق کے متعلق یہ بتایا جاتا ہے کہ یمن کا بت ہے یعنی صیغہ مضارع کو بطور علم کے استعمال کرتے تھے جیسے یکر ب۔ یعرب، یعفر۔

یغوث کے معنی ہیں فریادری کرتا ہے۔ یعوق کے معنی ہیں روکتا ہے۔ ان دونوں کو مقصد برآری اور دفع ضرر کا بت کہا گیا ہے۔

نسر کے معنی لغات میں گدھ ہیں۔ کہا جاتا ہے گدھ کی شکل کا ایک مجموعہ کو اکب آسمان پر ہے جس کو نسر کہتے ہیں اہل بابل کے دیوتاؤں میں ایک نسر وک کا پتہ لگایا گیا ہے۔ یہ سب تاویلیں اس لیے کرنی پڑیں ہیں کہ صحیح ماخذ اور اصل حقیقت پر دسترس نہیں ہوا۔ ہماری تحقیق و تلاش ان وائی قیاسات کے خلاف ہے ہم کو مجملہ ایسے ماخذ پر کامیابی ہو گئی ہے جس سے ان کا علم واقعی حاصل ہو جاتا ہے مجملہ ۸۶۲ ج ۲-۷-۱۰-۵۱۰ سے گذشتہ محدود بیان کی بہ نسبت معلومات میں یہ اور اضافہ ہو جاتا ہے کہ ود۔ نسر۔ یغوث۔ یعوق۔ یہ پانچ بت نوح کی قوم میں پجھتے تھے۔ جن کو عمر بن لُحی ساحل جدہ سے لایا تھا۔ عرب میں جس نے اس کی پرستش کا وعدہ کیا قسم لیکر اسے دیا گیا۔

لیکن یہ انکشاف بھی ناکافی ہے بحار ۱۲-۲ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی جو تقریر ہے وہ نہایت مفصل اور بسیط ہے۔ اس سے اور بھی بہت سے مسائل تاریخی کا انکشاف ہوتا ہے۔ امام فرماتے ہیں۔ ابلیس نے سب سے پہلے آدم علیہ السلام کی تصویر

اس خیال سے باز رہے کہ ہماری ریاست کا مالک کون ہوگا۔
جب یعوق مرنے لگا تو اس نے اپنے بیٹے نسر کو خلیفہ کیا
اب کی ابلیس نے جو مجسمہ بنایا وہ مٹی کا تھا اس پر چاندی کی چادر
منڈھی ہوئی تھی۔ اس کو ایک دیر میں نصب کیا گیا نسر کو بھی اپنے
مقابلہ میں باپ کی تعظیم گراں گزری۔ اس نے ایک اور بت خانہ
بنا کر ایک چھوٹی سی جماعت کو اس کا پجاری بنا کر اپنی مرکزیت
منوالی۔ یہ زمانہ اتنا کھینچا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کی نبوت کا
دور آ گیا آپ اپنی جماعت کے ساتھ اس قوم کے مقابلہ کو نکلتے
ہیں۔ مخالفین کو شکست ہوئی۔ کچھ قتل ہوئے کچھ بھاگ گئے اور
کچھ مختلف مقامات میں پھیل گئے۔

حضرت ادریس علیہ السلام نے بت کو دریا میں ڈال دیا
فراریوں میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی یاد کے مطابق
ایسے ہی بت بنائے اور وہی نام رکھا۔ یہاں تک کہ جناب نوح
علیہ السلام کا عہد آ گیا۔ آپ نے ان کو توحید کی دعوت دی اور صنم
پرستی سے روکا ہے۔

اس حدیث سے بہت سی پیچیدگیوں کا حل مل جاتا ہے۔
پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ وہ۔ یعوق۔ یغوث، سواع۔ نسر۔
انسانوں کے نام ہیں بلکہ انسانوں کے بالکل ابتدائی سلسلے کے
پہلے ان کے مرنے کے بعد ان کی تصویر بنائی گئی پھر ان تصاویر
نے لکڑی کے بتوں کی شکل اختیار کی ہے دربان۔ حجاب معین
ہوئے ہیں۔ ہفتہ میں ایک روز عبادت کے لئے مقرر ہوا لکڑی
کے بعد پتھر کا مجسمہ بنایا گیا۔ اس کے لیے باقاعدہ تعمیر کی بنیاد
ڈالی گئی سال میں ایک بار معبد کے افتتاح کی اجازت تھی۔ پھر
مجسمہ مٹی کا بنایا گیا۔ جس پر چاندی کی چادر منڈھی گئی۔ اور ایک
دیر میں نصب کیا گیا۔

مجھے اس مقام پر یہ تصریح کر دینا چاہئے کہ پہلے اسمائیں
معنی کا لحاظ کوئی ضروری امر نہیں تھا پھر بھی یہ ممکن ہے کہ مناظر
پرستی کے سلسلے میں یہ کام پہلے درختوں اور ستاروں سے لینے گئے

بنائی تاکہ خدا کی خالص عبادت سے لوگوں کو موڑ دے۔ ودقائیل
کی اولاد میں تھا۔ یہ قاقائیل کا خلیفہ بھی تھا۔ یہ لوگ پہاڑ کی کھوہ میں
رہتے تھے۔ وہ اپنے بھائیوں میں عزت کی زندگی بسر کرتا تھا۔
جب مرنے لگا تو اس نے اپنے بیٹے سواع کو خلیفہ کیا۔ ابلیس نے
ود کی تصویر بنا کر لاد دی جس سے ابتداء دل بہلانے کا کام لیا گیا۔
کچھ دن کے بعد اس کا سجدہ بھی کیا جانے لگا۔ سواع نے ود کی
عظمت پر حسد کیا اس نے سوچا کہ میں خود کیوں نہ اس جگہ کو
حاصل کر لوں۔ سواع کی شکل مٹادی۔ پہلے تو یہ لوگ سواع کے قتل
پر آمادہ ہوئے مگر بعد میں اس تقریر نے ان کا غصہ ٹھنڈا کر دیا کہ
میرے بعد تمہاری سرداری کون کرے گا۔

سواع کی طرف لوگوں کا عام میلان ہو گیا۔ سواع مرنے
لگا تو اس نے اپنے بیٹے یغوث کو خلیفہ کیا۔ اب کی ابلیس نے
سواع کی تصویر ہی نہیں بلکہ لکڑی کا مجسمہ بنایا۔ اس کا بھی سجدہ
ہوتا رہا۔ سواع کے واقعہ سے لوگوں کو تجربہ ہو چکا تھا اس لیے یہ
لوگ یغوث سے ڈرتے تھے کہ کہیں سواع کے مجسمہ کو بھی فنا نہ کر
دے۔ ان لوگوں نے نگہبان مقرر کئے تاکہ اس کی پوری حفاظت
ہو سکے۔ ہفتہ میں ایک روز یہاں آ کے حاضری دیتے تھے۔
یغوث نے بھی باپ کی سنت کو زندہ کیا۔ رات کو نگہبانوں کو قتل
کر کے مجسمہ کو جلا ڈالا۔ لوگوں کو معلوم ہوا تو بہت برہم ہوئے۔
یغوث کے قتل پر آمادہ ہوئے کچھ دن تک وہ چھپا چھپا رہا مگر بعد
میں لوگوں نے اسے تلاش کیا اور اس کی عزت کرنے لگے جب وہ
بھی مرنے لگا تو اپنے بیٹے یعوق کو اپنا خلیفہ بنایا۔

ابلیس نے یغوث کا مجسمہ بنا دیا اب کی جو مجسمہ بنایا وہ
پتھر کا تھا۔ اس مجسمہ کے لیے ایک گھر بھی بنایا گیا اور معاہدہ کیا گیا
کہ یہ گھر سال میں ایک مرتبہ کھولا جائے گا۔ یعوق کو اپنی عظمت
کی بھوک تھی۔ اس نے رات کو اٹھ کر آگ سے سارے مکان کو
مسما کر دیا۔ مکان نگہبان اور مجسمہ سب برباد ہو گئے۔ صبح کو سب
لوگ یہ دیکھ کر بہت بد دل ہوئے۔ مگر یعوق کے قتل سے صرف

ہوں عرصہ کے بعد ان الفاظ کے معانی کی تلاش شروع ہوئی ہو اور جو معنی سمجھ میں آئے ہوں ان سے اس قسم کے مقاصد کا ربط رکھا گیا ہو۔ مثلاً دو کو محبت کا دیوتا اور یغوث کو فریاری اور یعوق کو دفع ضرر کا۔

بحار مجلسی ۱۱۷-۱۲- سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کلب نے دو کو بنی ہذیل نے ”سواع“ کو بنی مواد نے ”یغوث“ کو اور بنی ہمدان نے یعوق کو بنی حقیق نے نسر کو اپنے لئے مخصوص کر لیا تھا سبائك الذهب فی معرفة قبائل العرب ابی الفوز محمد بن امین بغدادی سیدی م بغداد ۱۲۸۰ھ ص ۱۰۲ میں لکھا ہے کہ وہ کی شکل ایک عظیم الجثہ انسان کے ایسی بنائی تھی اس پر دو ٹوٹے تھے ایک لنگی کے کام میں اور ایک ردا کی جگہ استعمال ہو تا تھا اور اس پر ایک تلوار لٹکی ہوئی تھی اور ایک کمان۔

معجم ۲-۸- سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر میں قریش سے انہیں خصوصیت ہو گئی تھی۔

”تذکرۃ الائمہ مجلسی ص ۲۳ میں قریش کے بتوں کی فہرست حسب ذیل ملتی ہے۔

لات، منات، ہبل، سواع، ود، بعل، یغوث، یعوق، نسر، طائر، بک، اساف، نائلہ، جیت، طاغوت، صنم، وثن۔“

بحار ۱۲۸-۲- میں امام محمد باقر علیہ السلام کے ارشاد سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قریش ان بتوں کو جو کعبہ کے پاس تھے مشک و عنبر ملتے تھے۔ یعوق دروازے کے سامنے تھا۔ یغوث کعبہ کے داہنی طرف، نسر بائیں جانب۔ جب لوگ کعبہ میں داخل ہوتے تھے تو یغوث کے لئے سجدہ میں گر پڑتے تھے پھر یعوق پھر نسر کے پاس آتے تھے اور کہتے تھے۔

لبیک اللہم لبیک لا شریک الا شریک و هو ملک تملکہ و مالک۔

امام فرماتے ہیں کہ خدا نے ایک مکھی کو بھیجا جس کے چار پر تھے۔ جو سب مشک و عنبر کھا گئی امام نے فرمایا آیت ذیل اسی

موقع پر نازل ہوئی۔

”لوگو ایک مثل بیان کی جاتی ہے اسے کان لگا کر سنو خدا کو چھوڑ کر جن لوگوں کو تم پکارتے ہو وہ لوگ سب ملکر ایک مکھی تک تو نہیں پیدا کر سکتے۔ اور اگر کہیں مکھی کچھ ان سے چھین لیجائے تو اس سے اس کو چھڑا نہیں سکتے۔“ ۱۷-۱-۳-ج۔

منات

معجم میں منات کے کئی ماخذ بتائے گئے ہیں بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ منات منات سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں تقدیر مگر عام طور سے اسکے معنی بیان کیے جاتے ہیں مجھے اس سے انحراف کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی ہے۔ عون الباری حل ادلة البخاری صدیق حسن خان م ۳۹۹ھ ۶۱۳ میں لکھا ہے کہ منات اس بت کا نام اس لئے ہوا کہ اس کے پجاری اس کے سامنے قربانیاں کرتے تھے۔

منات کے متعلق سیرۃ ابن ہشام ۸۲-۱- سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساحل بحرین مقام قد بدناحیہ مثلث میں ”اوس“ و خزرج کا بت تھا۔

بخاری م مینہ مصر کتاب الحج باب وجود الصفا والمروة ص ۱۸۳ میں حضرت عائشہ کا قول ہے کہ انصار قبل اسلام مثلث کے پاس منات ہی کی عبادت کرتے تھے۔

سیرۃ ابن ہشام ۸۲-۱- سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسول صلعم کے زمانہ میں بھی موجود تھا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے اسے رسول صلعم کے حکم سے توڑا ہے۔

کیا مناف بھی کوئی بت تھا

تاریخ کی ایک لغزش

ہم تاریخ کو الہام کا درجہ نہیں دیتے ہمیشہ تاریخ پر ماحول اور مورخ کے ذاتیات کا اثر پڑتا ہے۔ مناف کے متعلق بھی مورخین عامہ جو تصریح کرتے ہیں مجھے اس سے بالکل اتفاق نہیں۔ ہم اس کا اعلان مناسب سمجھتے ہیں کہ تاریخ اسلام کا وہ

ص ۱۰ میں بھی لکھا ہے کہ مناف ایک بت کا نام ہے جو مستقبل رکن اسود میں تھا۔

یہ نام عبد مناف کی ماں نے رکھا۔

یا قوت حموی جس کو علم الا صنم، علم الآثار، علم البلدان میں کمال تھا اور جس کی کتاب معجم کا موضوع ہی اس قسم کی تحقیقات سے متعلق تھا۔ وہ بھی ان مصنفین کی پیروی میں معجم ۱۸۶-۸ میں یہ تو لکھ جاتا ہے کہ مناف بت کا نام تھا اور بہت جلد اپنے مقصد پر آ جاتا ہے کہ اس وجہ سے قریش عبد مناف، نام رکھتے تھے۔ مگر یہ صرف دعویٰ تھا جس کی دلیل یا قوت ایسے محقق اور علم البلدان کے علامہ سے ناممکن تھی آخر کار وہ اپنے تمیز کردہ قلعہ کو یہ لکھ کر خود ڈھادیتا ہے۔

”لا ادري اين كان ولا من نصبه“

مجھے نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ کہاں تھا اور کس نے نصب کیا تھا۔

کیا یہ حیرت کی بات نہیں ہے کہ قریش کے بت کے بارے میں جسکو وہ اس قدر معظم سمجھتے تھے کہ اپنی عبدیت کا مظاہرہ اپنے نام کے ذریعہ سے کرتے تھے۔ مگر مورخین کو اجمالاً بھی اس کے صحیح معلومات نہیں حاصل ہو سکے۔ اولاً تو علماء لغات اور مورخین کو اس سے زیادہ نہیں معلوم کہ عبد المناف ایک بت کا نام تھا اور بعض نے دو ایک لفظیں لکھیں ہیں تو ان میں سخت اختلاف ہے یا قوت ایسا تجربہ نہیں بتا سکا کہ وہ بت کہاں نصب تھا اور کس نے اسے نصب کیا۔

علماء خاصہ کی کسی تاریخ و لغت میں اس قول و اہی کی ہمنوائی نہیں کی گئی ہے۔ مجلسی نے بحار ۱۵/۱۶ میں صرف ”کر اجکی“ کا قول نقل کیا ہے۔ اور ان کی تائید اس سے نہیں معلوم ہو تی۔ ہمارے تمام علماء و مورخین نے اس کے خلاف تصریح کی ہے بلکہ مناف کی صحیح اور حقیقی توجیہ بھی بتا دی ہے۔

مجمع البحرین تہران ۱۳۳۱ھ باب ما اوله اللام و آخره الفا

حصہ جس سے اسلام اور اس کے خدا و رسول کے تاریک پہلو پیدا ہوتے ہیں وہ صحیح معنی میں مسلمانوں کی تاریخ نہیں ہے۔ غضب خدا کا بعض کوتاہ اندیش قائل ہیں کہ رسول کے نسب میں نکاح مقت کا بھی قدم ہے۔ اس کی یہاں تفصیل ہم نہیں لکھنا چاہتے۔ جس کو زیادہ اطلاع مقصود ہو وہ سیرۃ نبویہ زینی دحلان م مصر ۱۳۸۵-ص ۸ کا مطالعہ کرے۔ حالانکہ مواہب لدنیہ خطیب عسقلانی ۱۳-۱ اور سیکڑوں تاریخوں میں ہشام بن محمد بن سائب کلبی کے والد کا یہ قول مشہور ملتا ہے۔ کہ موصوف نے رسول کے مادری سلسلے میں پانچ سونام لکھے تھے۔ ان میں جاہلیت کا کوئی عیب نہیں پایا اسی صفحہ میں قول رسول بھی مذکور ہے کہ آدم علیہ السلام سے عبد اللہ تک سارے سلسلے پدری کو جاہلیت کی نجاستوں سے سابقہ نہیں ہوا۔

احسن القصص مولفہ مولوی احسان اللہ لکھنوی نو لکھنور ۱۳۰۰ ص ۸۷ میں تصریح ہے کہ متاخرین تمام اجداد رسول کے موحد اور مسلم ہونے کے قائل ہیں۔

افسوس ہے منتہی الارب ص ۲۷۷-۱۲۵ کلکتہ تاج اللغات ۱۷۹۹ اور اکثر تاریخ و لغات میں مناف کو ایک بت کا نام بتایا گیا ہے۔ مصنف احسن القصص نے ۱۵۳ میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جناب عبد المناف کی ماں منات بت کو پوجتی تھیں اس لئے اپنے بیٹے کا نام عبد منات رکھا۔ قصی عبد مناف کے والد نے منات کو مناف سے بدل دیا۔ اس تحریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مناف کوئی بت نہیں تھا بلکہ یہ منات کی تحریف ہے۔

واقدی نے اور تماشا کیا طبقات بن سعد ۱۳۹ میں قصی کا ایک قول بھی نقل کر دیا کہ میں نے اپنی چار اولاد میں ۲ کا نام اپنے خدا کے نام پر رکھا اور ایک کو اپنے گھر کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور ایک کو اپنی طرف۔ ایک کا نام عبد قصی اور دو کا نام عبد مناف اور عبد العزی اور ایک کا عبد الدار رکھا۔ عمدۃ الطالب فی انساب آل ابي طالب احمد بن علی بن حسین داودی متوفی ۸۲۸ م بمبئی ۱۳۱۸

ص ۴۲۵ میں مناف کے معنی ”بلند اور عبد مناف سے مراد ابو ہاشم لکھا ہے۔

مناقب علامہ ابن شہر آشوب م ۱۳ تہران ص ۱۰۶ کی پوری عبارت یہاں نقل کر دی جاتی ہے۔

”عبد مناف سمی بذلک لانہ علا وانا ف عبد مناف انہیں اس لئے کہتے ہیں کہ مدوح بلند ہوئے اور برتری حاصل کی۔

اصل یہ ہے کہ یہ تہمت کہ مناف بت کا نام تھا بنی امیہ کی تصنیف ہے اور یہ اس واقعہ کے صلہ میں ہے کہ رسول اور آل رسول گو بنی امیہ کی اپنے خاندان اور نسب میں شرکت سے شدید انکار تھا۔ بنی امیہ اور بنی ہاشم کے خاندانی سلسلہ میں سیٹروں امتیازات کے علاوہ ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ بنی ہاشم کے نام نہایت عمدہ اور خوش معنی ہوتے تھے اور بنی امیہ بنی عبد شمس کے مکروہ ابی الحدید مغزلی نے یہ پردے فاش کئے ہیں۔ وہ اپنی شرح ۲۵۹-۲ میں لکھتے ہیں۔

”لیس لعبد شمس لقب کریم۔“

بنی عبد شمس کا کوئی اچھا لقب نہیں ہے۔

ایک اور تاریخی غلطی کا ازالہ

یہ مسئلہ تو صاف ہو گیا کہ مناف کسی بت کا نام نہیں تھا ایک اور شدید تاریخی غلطی کی طرف بھی ہم توجہ دلا دینا واجب سمجھتے ہیں۔ تقریباً فیصدی ۹۹ بت حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ہاتھ توڑے گئے ہیں جس کے صلہ میں ان کو بارگاہ رسالت سے ”کاسر الا صنم“ کا خطاب عطا ہوا ہے مگر یہ دیکھا جاتا ہے کہ اکثر بت شکنی کی فہرست دوسروں کے نام سے مرتب کر دی گئی ہے۔ کہیں کسی دوسرے کو بھی علی کا شریک کر دیا ہے۔ کہیں دبی زبان میں کہا گیا کہ علی علیہ السلام نے اس بت کو توڑا ہے۔“

مثلاً علی علیہ السلام نے مناة کو توڑا مگر پہلے اس کے شکست کے موقع پر ابوسفیان کا تعارف کرایا جاتا ہے۔ آخر میں

علی علیہ السلام کا بھی بڑی تنگ دلی سے ذکر آ جاتا ہے۔ حالانکہ یہ ابوسفیان وہی بزرگ ہیں جو کہتے تھے:

لنا العزّی ولا عزّی لکم

(بخاری غزوہ احد) امام بخاری جب سر یہ ذوالخلصہ میں ذوالخلصہ بت کا ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اسے جریر بن عبد اللہ بکلی نے توڑا۔ حالانکہ یہ تاریخ کا نہایت مشہور واقعہ ہے جس میں حضرت علی علیہ السلام کا نام اہمیت کے ساتھ پیش ہوتا ہے۔

سیرۃ ابن ہشام ۸۳/۱ میں یہ حقیقت بے نقاب ہو گئی کہ ذوالخلصہ کو حضرت علی علیہ السلام نے توڑا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اس میں دو تلواریں پائیں۔ ایک کا نام ”رسوب“ تھا دوسری کا نام ”مخدم“ امیر المومنین علیہ السلام رسول اللہ صلعم کی خدمت میں اسے لیکر تشریف لائے ہیں پیغمبر اسے امیر المومنین علیہ السلام کو ہبہ کر دیتے ہیں۔

یہ واقعہ اتنے جزئیات کو لئے ہوئے ہے تعجب ہے کہ مورخین سے کیسے یہ بھلایا گیا۔

معابد: تتمہ عنوان میں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ بتوں کے ساتھ معابد کا بھی اجمالی تذکرہ کریں۔ فقہ اللغۃ ثعالبی متوفی ۴۳۰ھ م عمومیہ مصر میں یہود۔ نصاریٰ۔ مجوس۔ و رہبان کے معابد کی علیحدہ علیحدہ اصطلاحیں لکھی ہیں۔ کنیسہ یہود کے لیے، ربیعہ نصاریٰ کے لیے، صومعہ رہبان کے لیے، بیت النار مجوس کے لیے ہے۔

صرف مجم ۱۸۵/۲۔ ہی سے ۱۵۹ عمارتوں کا تفصیلی پتہ مل جاتا ہے جس میں ”دیر بتول“ اور ”دیر اشیا طین“ کی طرف ہم توجہ دلاتے ہیں۔

مسعودی نے مروج الذهب (حاشیہ کامل) کی پانچویں جلد میں ایک عنوان قائم کیا ہے۔ عالم کے محترم گھروں اور ہیکلوں اور آتش کدوں۔ بتوں اور ستاروں کا بیان“

اس مقام پر ہم صرف دو عمارتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ قلیس اور غمدان۔

قلیس (معرب کلیس) تاریخی معبد ہے جو عرب کو کعبہ سے موڑنے کے لئے بنایا گیا تھا۔ جس کے جواب میں ایک عرب نے اسے نجس کر دیا۔ نتیجہ میں واقعہ فیل کا ظہور ہوا۔ (مجم ۵۳/۵۳۱)

غمدان بھی صنعا کی ہفت منزلہ عمارت تھی اس کا بانی الیشرح بن حصیب تھا۔ اُس کے متعلق یاقوت نے ۶۳۵/۳۵ میں لکھا ہے کہ یہ عمارت حضرت عثمان کے زمانہ میں منہدم کر دی گئی۔ حضرت عثمان سے لوگوں نے آکر یہ کہا کہ یمن کے کاہن یہ خیال کرتے ہیں کہ اس کا گرانے والا قتل کیا جائے گا۔ حضرت عثمان نے یہ سنکر تعمیر کا حکم جاری کر دیا۔

فاہر باعادہ بنائے

مگر یہ سنکر کام بند کر دیا کہ اگر ساری دنیا کا خراج اس پر صرف کر دیا جائے جب بھی اس کا اعادہ ناممکن ہے۔

بیت المقدس

بیت المقدس کی حالت تباہ کا مطالعہ مقصود ہو تو تاریخ بیت المقدس مولفہ ابو محمد عبدالحق اور تاریخ بیت المقدس مولفہ ناصر الدین محمد ابو المنصور ۵۷۵ھ/۱۸ء ملاحظہ فرمائیے۔

جہالت عرب

ابوالحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ جلد ۲ ج ۱۹-۲۵۴ سے ۴۶ تک نہایت تفصیل سے عرب کے زمانہ جہالت کو پیش کیا ہے۔ نہایت معتبر تاریخوں سے واقعات لکھ کر عرب کے زمانہ جاہلیت کے اشعار سے اس کی تطبیق بھی کرتے گئے ہیں۔ ہم ذرا اختصار سے اس کو درج کرتے ہیں۔

زمانہ قحط سالی میں ایک شخص ایک جماعت کے ساتھ جنگل میں جاتا تھا گائے کی دم میں بہت سی لکڑیاں باندھ دیتے تھے۔ ان لکڑیوں میں آگ رکھ دیتے تھے اور کسی اونچے اور سنگلاخ پہاڑ

پر اسے لیجاتے تھے اور اسے دوڑاتے تھے۔

گائے کے متعلق ان کے عجیب عجیب خیالات تھے۔

اگر کسی کو سانپ کاٹ لیتا تھا تو وہ اسکو زور پہناتے تھے۔ ان کے پاس جب اونٹ کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ جاتی تھی تو وہ ایک اونٹ کی آنکھ پھوڑ دیتے تھے کہ نظر بد سے گلہ محفوظ رہے۔ جب کوئی مرجاتا تھا تو اس کے ناقہ کو عجیب طرح سے ایک گڑھے میں ڈال دیتے تھے۔ کھانا پانی سب اس پر بند کر دیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ مرجاتا تھا۔ اکثر مرجانے کے بعد اسے جلا ڈالتے تھے۔ اور اس کی کھال کھینچ کر اس میں گھاس بھرتے تھے انکا عقیدہ تھا کہ یہ ناقہ ان کو حشر میں ملے گا اور اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو میت کو حشر میں پیدل چلنا پڑے گا۔

ہامہ کے متعلق قریب قریب سارا عرب متحد العقیدہ تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر کسی قتل کا عوض نہ لیا جائے تو مقتول کے سر سے ایک جانور نکلتا ہے اور وہ آواز دیتا ہے کہ میں پیاسا ہوں پانی پلاؤ۔

ان کے عقاید میں صفر بھی مشہور ہے۔ ان کا خیال تھا کہ ہر شخص کے پیٹ میں ایک سانپ ہوتا ہے جب انسان کو بھوک ستاتی ہے تو وہ وہی سانپ جگر اور آنتوں کو کاٹتا ہے۔ جب کسی وبائی قریہ میں داخل ہوتے تھے تو دروازے پر کھڑے ہو کر گدھے کی آواز میں چیختے تھے۔ اس کا نام معشر رکھتے تھے۔

بوقت سفر درخت کی جڑ یا ٹہنی میں ڈورا باندھ دیتے تھے۔ واپسی میں اس میں کوئی تغیر پا کر بیوی کی بد عصمتی کی نشانی سمجھتے تھے اس کو وہ رتم اور ریمہ کہتے تھے۔

جس عورت کا بچہ مرجاتا تھا وہ کسی شریف مقتول کو کچلنا بقاء اولاد کے لئے فال نیک سمجھتی تھی اسے وہ مقلاۃ کہتے تھے۔

کسی لڑکے کے دانت گر جاتے تھے تو اسے آفتاب کے سائے میں رکھ کر کہتے تھے کہ اسے اچھا دانت دے۔ ان کا خیال

تھا کہ رئیس کا خون کتے کے کالے کا علاج ہے۔

جب کسی پر جنوں یا ارواح خبیثہ کے تسلط کا خیال ہوتا تھا تو اس پر گندی چیزیں لادی جاتی تھیں۔ مثلاً حیض کا کپڑا۔
آنکھ پھڑکتی تھی تو کہتے تھے کسی محبوب سے ملاقات ہوگی یا خبر ملے گی۔

عاشق و محبوب کا اپنے برقع اور چادر کو چاک کرنا بقاء محبت کی علامت سمجھتے تھے۔

جس مسافر کی واپسی نہیں چاہتے تھے اس کے پیچھے آگ روشن کرتے تھے یا برتن توڑ کر پیچھے ڈال دیتے تھے۔ لومڑی اور بلی کا دانت بچوں کے جنوں سے حفاظت کے لئے پہناتے تھے۔
راستے میں ڈاکو اور چور کے ڈر سے ناقہ کو کہیں باندھ کر خط کھینچتے تھے اور کہتے تھے ہم وادی کے مالک سے پناہ مانگتے ہیں۔ اس کا ذکر قرآن میں بھی ہے۔

”وانہ کان رجال من الحق فزادوهم رهقا“
بخار کے بعد بچوں کے منہ پر جب دانے نکل آتے تھے تو اس کے سر پر ایک برتن رکھتے تھے بچہ گھر گھر

”الحلا“ ”الحلا“ ”الطعام“ ”الطعام“

پکارتا پھرتا تھا۔ عورتیں روٹی کے ٹکڑے خرے اور گوشت اس میں ڈال دیتی تھیں وہ سب کتوں کے سامنے رکھ دیا جاتا تھا۔
ان کا خیال تھا اگر کوئی بچہ اس میں سے کھا لیتا تھا تو اس مرض میں مبتلا ہو جاتا تھا۔

جب کسی ناکتہ عورت کا شوہر نہیں ملتا تھا تو وہ ایک طرف کے سر کے بال بکھراتی تھی اور وہ دوسرے طرف کے آنکھ میں سرمہ کرتی تھی۔ ایک پاؤں میں جھانجھ پھنتی تھی یہ سب رات کو ہوتا تھا وہ بلند آواز سے کہتی تھی۔

”یا لکاح ابغی النکاح قبل الصباح“

اے لکاح میں صبح سے پہلے نکاح چاہتی ہوں۔ ہرن، لومڑی، شتر مرغ، وغیرہ کو جنوں کی سواری سمجھتے تھے۔ کوئے،

مرغ اور کبوتر اور سانپ سے جنوں کا ایک ربط سمجھتے تھے۔ بلکہ ان کو جن ہی سمجھتے تھے۔ طویل بیماری کو وہ جن کا تسلط سمجھتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ سانپ وغیرہ کو شائد مار ڈالا ہے۔ مٹی کا اونٹ بناتے تھے۔ اور اس پر گیہوں، جو، خرمہ لاد دتے تھے۔ صبح کو اگر بعینہ پاتے تھے تو سمجھتے تھے کہ دیت نامنظور ہوئی۔ اور اضافہ کرتے تھے۔ اگر تغیر پاتے تھے تو باجا بجاتے تھے۔ اور یہ مریض کی صحت کی فال تھی۔

کسی غائب کی خبر لگانے کے لیے وہ کسی گہرے کنویں میں نام لیکر پکارتے تھے ان کا خیال تھا کہ زندہ ہوگا تو بولے گا۔
عورتوں کو اپنے حریف کی صف کے درمیان پیشاب کرانا صلح کی علامت سمجھتے تھے۔ اژدھے کو قتل کر کے وہ جن کے حملے سے ڈرتے تھے۔

بکیرہ۔ سائبہ۔ وصلیتہ وغیرہ سب اسی قسم کی اصطلاحیں ہیں جو اونٹ اور بھیڑ وغیرہ کی نذریا اور کسی موقع پر متعلق ہوتیں تھیں۔ تفصیل کے لئے بحار ۳۲/۴۔ دول العرب، قاموس اللغة، شرح ابی الحدید کا مطالعہ کیجئے۔

تجلی نبوت اور رنگ عالم

شرح ابی الحدید ۲۴/۱۔ میں تفصیلاً بتایا گیا ہے کہ بعثت رسول صلعم کے وقت رنگ عالم کیا تھا۔ علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ علما کا بیان ہے کہ اس وقت بنی آدم چند گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ بعض یہودی۔ بعض نصاریٰ و مجوس بعض صائبی (۱)

(۱) تفاسیر میں صائبین کے متعلق جو بیان وہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ اہل کتاب کا ایک گروہ ہے لیکن حقیقتہً یہ اہل کتاب نہیں ۶۵-۱۔ مجمع البیان ۱۲۸ھ۔ صائبین ستارہ پرست ہیں یا وہ کفار جو اپنا مذہب بدلتے رہیں۔ تفسیر خلاصۃ المنہج فارسی ملا فتح اللہ ۵۷۱ھ۔ صائبین کفار کا وہ گروہ ہے جو برابر مذہب بدلا کرے۔

ان لوگوں کو بھی صائبین کہتے ہیں جو ہر مذہب سے تھوڑی تھوڑی باتیں اخذ کر لیا کرتا تھا۔ بلکہ جو ستاروں کو پوجتے تھے۔ نماز کعبہ کی طرف منہ کر کے پڑھتے

بعض بت پرست۔ بعض فلاسفہ۔ بعض زنادقہ۔ خاص عرب کے مذاہب پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بعض عرب خدا اور حشر و نشر کے منکر تھے۔ قرآن مجید نے انہیں کے خیال کو بیان کیا ہے۔

ماہی الا حیوتنا الدنیا موت و نحی و ما یہلکنا الا الدھر۔

(حاشیہ پچھلے صفحہ کا۔۔۔۔۔)

تھے بعض کہتے ہیں کہ صائبین زنادقہ کا نام ہے۔ بعض ستارہ پرستوں کو بعض ملائکہ پرستوں کو صائبین کہتے ہیں۔ جو خدا کا بھی اقرار کرتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ نصاریٰ اور مجوس کے بین بین ایک قوم صابی تھی۔

تفسیر منہج الصادقین ریح اللہ خواجہ انصاری م ۹۸۲ھ ۲۱۳/۲-۱/۷۸۔
انہیں صابی اس لئے کہتے ہیں کہ ان کا خیال تھا کہ یہ خدا کے دین کی طرف مائل ہوئے حالانکہ یہ جھوٹے ہیں۔ مئی میں ہے کہ یہ لوگ اہل کتاب نہیں ہیں بلکہ ستارہ پرست ہیں۔ تفسیر صافی حسن فیض ۱۲۷ھ
صائبین وہ ہیں جو کبھی جنس نصاریٰ میں شمار ہوئے ہیں اور کبھی کسی اور دین میں۔

تفسیر نیشاپوری۔ ج ۳ سورہ حج ۱۲۸ھ

صائبین کسی ایک دین پر جم کر نہیں رہے۔ قنادہ کا خیال ہے کہ یہ لوگ ستارہ پرست تھے، خدا اور معاد کے قائل تھے، اور بعض انبیاء کو مانتے تھے مجاہد اور حسن کا خیال ہے کہ یہ لوگ یہودہ مجوس کے بین بین تھے۔ سدی کے خیال میں یہ اہل کتاب کا ایک گروہ ہے۔ جوزبور پڑھتا تھا۔ خلیل کا خیال ہے کہ یہ ایک قوم ہے جو نصاریٰ سے مشابہ ہے فرق یہ ہے کہ ان کا قبلہ مہب جنوب میں ہے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ یہ دین نوح پر تھے۔

ابن زید کا خیال ہے کہ یہ لوگ جزیرہ موصل کے رہنے والے تھے۔ یہ اہل دین تھے لا الہ الا اللہ کہتے تھے لیکن کسی رسول کو نہیں مانتے تھے تفسیر کبیر رازی ۳۶۹-۱

بعض کہتے ہیں یہ یہود و نصاریٰ کے بین بین ایک فرقہ سے یہ لوگ سر منڈاتے تھے بعض کہتے ہیں کہ یہ لوگ ملائکہ پرست تھے۔ کعبہ کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ ہر دین سے کچھ کچھ لے کر ایک مخلوط مذہب بنایا تھا۔

(لباب التأویل خازن بغدادی متوفی ۵۱۶ھ مصر ۱۳۳۱ھ۔)

صائبی ایک قوم ہے جو یہودیت و نصرانیت سے نکل کر ستارہ پرست ہو گئی تھی۔ (کشاف زمخشری ۱۲۸ھ مصر ۱۳۱۸ھ۔)

بعض عرب ایسے بھی تھے جو خدا کے قائل تھے مگر قیامت کے منکر تھے قرآن میں انہیں کی حکایت کی گئی ہے۔

”قال من یحیی العظام وہی رمیمہ“

(بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے۔)

بعض عرب خدا کے بھی قائل تھے اور مجملًا حشر کے بھی۔ لیکن پیغمبروں کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے وہ بتوں کو شفیع سمجھ کر پوجتے تھے۔ وہ ان کا حج کرتے تھے۔ ان کی قربانی کرتے تھے۔ نذریں پیش کرتے تھے۔ یہ مذہب جمہور عرب کا تھا۔

بہت سے عرب تناسخ کے قائل تھے۔ بت پرست بھی کئی طرح کے تھے۔ بعض تو بتوں کو خدا کا شریک سمجھتے تھے۔ اور ان کو شریک باری کہتے تھے۔ اور ان کو تکمیل مقاصد کے وسائل میں شمار کرتے تھے۔

بعض وہ تھے جو بتوں کو خدا کا شریک تو نہیں کہتے تھے۔ لیکن ان کو خدا تک پہنچنے کا زینہ یقیناً سمجھتے تھے۔ قرآن میں انہیں کے الفاظ پیش ہوئے ہیں۔

”انما نعبدہم لیقربونا الی اللہ زلفی“

عرب میں وہ گروہ بھی تھا جو مشبہ اور مجسمہ کہا جاسکتا ہے۔ ان میں امیہ بن صلت وغیرہ کا شمار ہے یہ کہتا تھا خدا عرش پر بیٹھا ہوا ہے پاؤں کرسی کے نیچے گرائے ہوئے ہے۔

جمہور عرب بت پرست تھے۔ بعض عرب یہودیت کی طرف مائل تھے۔ اس میں جماعت تابعہ اور ملوک یمن اور نصاریٰ بنی تغلب۔ قبیلہ عدی بن زید۔ نصاریٰ نجران کا شمار ہے بعض صائبہ کی طرف مائل تھے۔ اور نجوم و انوا کے قائل تھے خدا پرست لوگ بہت کم تھے۔ یہ لوگ ارباب درع و تقویٰ تھے۔ بری باتوں سے الگ رہتے تھے۔ ان میں عبد المطلب ابو طالب، زید بن عمر فیل، قس بن سائدہ یادی،۔

عامہ بن طرب غدوانی ایسے لوگوں کا شمار ہے۔ قرآن مجید اور احادیث وغیرہ کے مطالعہ سے بعثت کے

وقت خاص عرب کی حالت زار بالکل الم نشرح ہو جاتی ہے۔
توحید صدوق ۱۲۲۱ میں احادیث کے ذیل میں باب
قائم کیے گئے ہیں۔

(باب الرد علی الذین قالوا ان الله ثالث ثلثه
ص ۲۷۸)

(باب الرد علی الثنویہ والزنادقة ص ۲۳۸)
بحار مجلسی م ۱۳۱ ج ۴ بڑی تقطیع پر ۶۷۳ کی کتاب ہے
اس میں وہ آیات جمع کر دی گئیں ہیں جن کا تعلق ”احتجاج مل“
سے ہے ص ۳۳۔ سے ان آیات کی تشریح شروع کر دی گئی ہے۔
بحار ۱۲۴/۴۔ سے رسول صلعم کے یہود و نصاریٰ۔
دہریہ۔ ثنویہ۔ اور مشرکین عرب سے زبردست مناظرے ملتے
ہیں۔

بحار ۱۳۶/۴۔ پر ایک عنوان قائم کیا گیا ہے۔
”باب احتجاج النبی علی الیہود فی مسائل
شتی۔“

بحار کتاب التوحید ج ۲ میں کافی سرمایہ ملتا ہے جس سے
عرب کے خیالات و عقاید کا کافی علم ہو جاتا ہے۔ شیخ عز الدین
ابی منصور احمد بن علی طبری کی کتاب ”الاحتجاج علی اهل
اللباج“ بھی اس موضوع میں زبردست تالیف ہے۔

حزیدۃ العجائب علامہ بن سراج الدین ابی حفص عمر بن
وردی م مطبع شیخ عثمان عبدالرزاق مصر قاہرہ ۱۳۰۹۔ ۱۷۵
میں اشناویل عالم یہود (اسلامی نام عبدالسلام) کا رسول صلعم سے
ایک ہزار چار سو مسائل دریافت کرنا اور رسول صلعم کے جوابات
تفصیلاً مذکور ہیں بحار ۳۴-۴ سے ابن صورتی اور جماعت یہود
(اہل فذک) کا رسول سے سوال مذکور ہے۔ ان سوال و جواب
سے بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ بعثت کے وقت کم از کم عرب میں کن
کن مذاہب کا وجود تھا اور ان کے کیسے کیسے عقاید تھے۔

”یہ تھا کائنات قبل اسلام کا نقشہ جو سرسری طور سے پیش

کیا گیا۔ یورپ آج صرف اسلام کی عداوت میں چاند پر خاک
ڈالنا چاہتا ہے۔ اور ذرہ کو آفتاب ثابت کرنے کی فکر میں ہے وہ
صرف اسلام کی پر خاش سے جہاں عرب اور یونان و فارس کے
غیر مہذب اقوام کا قصیدہ پڑھ رہا ہے۔ یورپ کے متعصب
مورخ اپنے خیال میں یہ کہہ کر اسلام کا تمدن یونان و فارس یا
عرب کے تمدن کی نئی صورت ہے۔ (عرب قبل اسلام بعد اسلام
سے ہزار درجہ بہتر تھا۔“

بہت خوش ہوئے ہوں گے کہ ہم نے اپنے حریف کے
خلاف اتہامات کا ایک قلعہ تیار کر لیا ہے۔ کاش وہ سینٹ ہٹلر فرنج
مشرق کا یہ جواب سن کر شرماتے کہ عرب قبل اسلام کی تمدنی و مذہبی
حالت ایسی ہی تھی کہ قرآن کو عام ابتدائی تعلیم محرمات نکاح اور ایسے
ہی چھوٹے چھوٹے اصول کے بیان کرنے کی ضرورت پڑی۔

تاریخ کامل ابن اثیر ۹۶۲/۲۔ میں وہ اصول لکھے ہوئے
ہیں جو رسول صلعم نے بیعت کے موقع پر پیش کئے تھے۔ دیکھو
شرک نہ کرنا۔ زنا نہ کرنا، اولاد کو قتل نہ کرنا۔

اہل عرب نے جو سوال معیار نبوت سمجھ کر رسول کی
خدمت میں پیش کئے تھے۔ اس کے مطالعہ سے ان کی عقل ان
کے علم کا اچھی طرح اندازہ ہو جاتا ہے۔
کبھی رسول صلعم سے یہ فرمائش تھی کہ خدا و ملائکہ کو دکھا
دیجئے تو ہم ایمان لائیں گے۔ کبھی کہتے تھے کہ وہ صفا کو سونا بنا
دیجئے (بحار ۳۲/۴)۔

کبھی کہتے تھے کہ قرآن کے کتاب اللہ ہونے پر چار
ملائکہ کو گواہی کے لئے لائیں۔ کبھی کہتے تھے کہ ہم آپ کو اس
وقت تک سچا نہیں مانیں گے جب تک ہماری آمدنی نہ بڑھ جائے
(بحار ۱۰۷/۴)۔

کبھی کہتے تھے ایک سال آپ ہمارے خدا کی عبادت
کریں اور ایک سال ہم آپ کے خدا کی عبادت کریں گے۔
(بحار ۱۲۲/۴)

مار سے کسی لمحہ میں زندگی کے متعلق کوئی اطمینان نہ تھا۔
توحید پرستی کا دور اٹھ چکا تھا۔ صرف عرب نہیں کائنات
میں شرک و دہریت کی فرمانروائی تھی۔ تہذیب دنیا سے رخصت
ہو چکی تھی۔ اخلاقیات کے نام سے عالم ناواقف ہو گیا تھا۔

اس وقت رحمت الہی جوش میں آئی۔ عالم پر نگاہ ڈالی گئی
۔ آبادیاں جنی گئیں۔ ملک کا انتخاب ہوا۔ شہر چنا گیا۔ قبیلہ پر نظر
دوڑائی گئی۔ رحمت کا بادل جھوم جھوم کے آتا تھا اور منزل تلاش
کرتا تھا کہ کہاں بر سے۔ ایک اللہ کا بندہ اس آسمانی صحیفہ کے
لئے رحل بنا جسے قدرت اتار نے والی تھی نور رسالت کے
امانت دار سلسلہ کی آخری کڑی عبد اللہ قرار پائے ذرہ ذرہ میں
طغیان شوق خشک وتر میں تلاطم انتظار۔

بت ہمہ تن زبان بن گئے آنے والے کی منقبت سرائی
ان کا کام ہو گیا۔ کوئی خواب میں جھنجھوڑا گیا کسی نے بیداری میں
کوئی آواز سنی نظام عالم ایک انقلابی کروٹ بدل رہا تھا۔ ہاتف
غیبی کی آواز نے فضا کو چھالیا۔ ساری دنیا کے بت منہ کے بل گر
پڑے (۱)

(۱) بتوں کے دل چسپ معلومات کے سلسلے میں قہر رسول صلعم
کی ولادت یا بعثت کے موقع پر بتوں کے تکلم اور دیگر خارق عادت
واقعات آگئے ہیں ہمارے پاس ان واقعات کے امکان وقوع پر دلائل
قاہرہ موجود ہیں۔ مگر اس موقع پر اس موضوع کو چھیڑنا ایک مضمون مستقل
کو دعوت دینا ہے۔ اس مقام پر ان مقدمات کے ذکر پر اکتفا کی جاتی
ہے جو اثبات موضوع کے ضامن ہیں ۱۔ ستاروں سے اشیاء متاثر ہوتے
ہیں مثلاً سہیل سے چڑا خوشبودار ہو جاتا ہے۔ ۲۔ ہر شے میں قوت ملکوتی
ہے جیسا کہ سورہ انعام ۹/۱۸۵۔ یسین ۲۳/۵۳۔ میں ہے۔ سورہ نور
۱۸/۸۹ کے الفاظ یہ ہیں۔ قل من بیدہ ملکوت کل شیء۔ ۳۔ انسان
افضل المخلوقات ہے۔

(۲) انسان میں انبیاء افضل المخلوق ہیں ان میں بڑی قوت ملکوتی
ہوتی ہے۔ جب تک یہ صلب، رحم یا حجاب نظر میں رہتے ہیں، اثرات کا
ظہور دھیمار ہوتا ہے۔ پردہ ہٹ جانے کے بعد تجلی تیز ہو جاتی ہے۔ ۵۔
خرق عادت ممکن ہے۔

یہ تھا عرب کا سرمایہ علم و عقل یہ تھی یونان و فارس کی
کائنات تمدن۔ مجھے اس سے انکار نہیں ہے کہ رومن وضع قانون
میں مشہور نہیں تھا۔ مجھے اقرار ہے کہ یونان فلسفہ و حکمت میں،
ایران نفاست طبع میں، اٹلی مصوری میں، شہرت رکھتے تھے۔ مگر
انسانیت کی پیچیدگیوں کا حل۔ فطرت کی اندرونی و روحانی عالم کی
خبر گیری ان کے بس کی چیز نہیں تھی۔

چالاک یورپ نے ہمارے اسلحہ کو بے ہنری سے خود ہم
پر استعمال کرنا چاہا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یورپ کا جدید تمدن اس کا
ذاتی نہیں ہے بلکہ یونانی و لاطینی تمدن کا اقتباس ہے۔ یورپ کے
پاس سوا برقی و دغانی دریافت کے اور کیا ہے۔ اور جو ہے وہ روح
انسانیت کا سوا ہاں۔ اخلاقیات کا قحط۔ تسکین باطن کا دیوالہ۔

اے یورپ یہ کیسی محسن کشی ہے کیا تو صداقت و دیانت کی
قسم کھا کر کہہ سکتا ہے کہ اسلام کا پیغام دنیا میں کسی اور نے بھی دیا
ہے؟ کیا تجھے خبر نہیں کہ انسان جو کائنات کے اسرار و انوار کو معلوم
کرنے کے لیے پیدا کیا گیا تھا۔ وہ انسان جو عالم اکبر کو مسخر
کرنے کے لئے آیا تھا۔

قدرت نے جس کے لیے مخلوقات کی ساخت میں
مکھومیت کی شان رکھ دی تھی۔ وہ جو ایک دن مسجود ملائک تھا اس
نے ایک دن اپنی ہستی کو اس قدر ذلیل و خوار کر دیا تھا کہ اس میں
اپنے جلال و جبروت کی حس بھی باقی نہیں رہی تھی۔ ملکوتات اس کی
چاکری کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ مگر اس نے اپنے کو اتنا گرا دیا
کہ۔ جنس سافل کو اپنا معبود اکبر بنا بیٹھا تھا۔ وہ تخلیق کے مقصد
اقصیٰ کو بھلا کر ذاتیات کے بھنور میں پھنس گیا تھا۔

خاص عرب میں بگڑ و تغلب کی لڑائیاں اپنی خونی فضا
بڑھاتی جاتی تھیں۔ حضرموت و کیندہ کے لوگ جنگ کی آگ
تاپ رہے تھے۔

اوس و خزرج جنگ کی دہی پر بھنیٹ چڑھ چکے تھے۔ خا
ص حرم (مکہ) میں حرب الغبار کے شعلے بھڑک رہے تھے لوٹ

فاران (۱) کی چوٹی پر انسان کامل اور فرشتہ رحمت کا ظہور ہوا۔ دعائے خلیل اور نوید مسیحا کو خلعت وجود ملا۔

ساری مخلوق نے اس کا استقبال کیا تقریب ولادت میں ایوان کسریٰ لرز گیا فارس کی ایک ہزار سال کی آتش سیال گل ہو گئی (مواہب لدنیہ خطیب عسقلانی م شرقیہ مصر ص ۱۹-۲۳-۱۹۰۷ء۔ اس نے دنیا میں آکر اخلاق و تمدن کی معجزانہ تعلیم دی وحشیوں کو انسان بنایا سوئی ہوئی طاقتوں کو بیدار کیا۔ قریش کے زور آور سردار خاک میں مل گئے قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ گئے۔ ابو جہل و ابولہب کے نام مٹ گئے۔ آج دارا و اسکندر یہ نہیں، نیولین و لنگٹن نہیں، ارسطو و بقراط و جالینوس نہیں۔ شکسپر و ملٹن نہیں۔ نیوٹن و ڈارون نہیں۔ لیکن عبداللہ کے یتیم اور ابوطالب کے بھتیجے کا نام کہاں نہیں لیا گیا اور کہاں نہیں پکارا جاتا۔ کشمیر کے سبزہ زاروں میں دکن کی پہاڑیوں میں ہمالیہ کی چوٹیوں میں گنگا کی وادیوں میں بحر ہند کی موجوں میں۔ چین میں۔ جاوا میں۔ مصر میں ترکستان میں۔ بخارا میں اس کی تعریف کے گیت گائے جاتے ہیں۔ ترکی میں نجد میں یمن میں حبش میں۔ طرابلس میں پیرس

(۱) فاران، مسلمانوں۔ یہودیوں۔ عیسائیوں کے درمیان ایک موضوع اہم بن گیا ہے قرآن میں نہ فاران ہے نہ پاران۔ جہاں اسماعیل علیہ السلام و ہاجرہ صلوٰۃ اللہ علیہا کو ابراہیم علیہ السلام نے پہنچایا تھا۔ اسے ”وادی غیر ذی زرع“ کہا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقام ناقابل زراعت تھا جو مکہ سے ملا ہوا تھا۔ امرت ستر نکوین ۶۲۱۔ میں فاران کو ایل فاران کہا گیا ہے۔ عبرانی میں ایل کے معنی خدا ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ظہور قدرت کا کوئی واقعہ اس جگہ سے متعلق تھا۔ اس لئے یہ خدائی پہاڑ مشہور تھا۔ مکہ کے گرد و نواح کے پہاڑ حرا۔ طور، صفا و مروہ۔ بونیس۔ اب بھی۔ الال مشہور ہیں۔ الال ایل کی جمع ہے۔

نکوین ۱۲/۵، ۶، سفر اعداد ۱۳-۱، ۲، ۳۔ سفر تثنیہ ۲۳/۲۔ ملوک ۱۸/۱۱۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سینا قافس۔ فاران، سعیر۔ یہ متعدد جگہوں کے نام ہیں اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فاران وہ مقام ہے جہاں سے مصر کا راستہ ہے اور یہ نقشہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حجاز و عرب کے سوا کوئی جگہ نہیں جو مصر کے محاذ میں ہو۔

میں برلن کی آبادیوں میں آج بھی اس کے نام پر درود پڑھا جاتا ہے۔ مقالہ طویل ہو گیا۔ یہ الواعظ بعثت نمبر کے لئے نہایت عجلت میں قلمبند ہوا تھا جس کا کچھ حصہ الواعظ کی ساتھ آٹھ قسطوں میں شائع ہوا۔ سکریٹری صاحب اسلامیہ مشن کانپور کے اصرار سے کافی تغیر و اضافہ کے ساتھ یہ کتابی صورت میں آرہا ہے۔

کاش کوئی صاحب اس موضوع کے دوسرے حصہ (کائنات بعد اسلام) پر قلم اٹھائیں۔ اگر مجھے فرصت ہوئی تو انشاء اللہ میں خود ہی کچھ لکھوں گا۔

خادم قوم و ملت محبتی حسن موسوی کامون پوری۔ ماہ صیام ۵۳ ۱۳ھ از اوناؤ۔

قطعات

انیس العرسید ابن الحسین مہدی نظمی، اجتہادی

آئینہ ہستی میں کوئی جلوہ نما ہے
ہر صورتِ انداز و ادا ہو شر با ہے
نظارۂ خلقت میں نظرِ گم ہے مگر دل
اُس حسنِ جہاں تاب کو پہچان رہا ہے
ہے مخفی و مستور مگر جلوہ نما ہے
ہے جلوہ نما اور تجابوں میں چھپا ہے
کثرت میں ہے آئینہ وحدت کی تجلی
ہر جلوۂ امکان رُخِ واجب کی ضیا ہے

عرفانِ خدا حاصلِ تسلیم و رضا ہے
تسلیم و رضا جادۂ عرفانِ خدا ہے
قربانی و ایثار کی تابندہ نشانی
یا ضربتِ کزار ہے یا کرب و بلا ہے

تسلیم و رضا سبطِ پیغمبر کی عصا ہے
تسلیم و رضا سورۂ قرآنِ وفا ہے
ہے صدرِ حسین ابن علی مصحفِ ناطق
عباس اسی مصحفِ ناطق کی صدا ہے

عورت اسلام کی روشنی میں

اسد العلماء مولانا سید اسد علی صاحب قبلہ الہ آبادی

مسیحیین کے نظریات پر ایک نظر

کیا یہ انصاف کا خون نہیں ہے کہ طبقہ انسانی میں عورت کو گناہ کی ماں اور بدی کی جڑ مان لیا جائے جب کہ عام طور سے یہ دیکھا جاتا ہے کہ مرد جس قدر مظالم مصائب کی طرف پیش قدمی کرتا ہے عورت اس قدر نہیں کرتی۔ حقوق باری اور حقوق مردم کو جس قدر مردوں کے ہاتھ سے نقصان پہنچا ہے عورتوں کے ہاتھ سے نہیں پہنچا۔ اسی طرح اس کو معصیت کی تحریک کا سرچشمہ جاننا اور دروازہ جہنم کہنا۔ نہ قرین عقل ہے نہ قرین عدل۔

اگر اس کا عورت ہونا اس کے شرمناک ہونے کے لئے کافی ہے تو صنف مقابل کا مرد ہونا کیوں شرمناک ہونے کے لئے ناکافی ہے۔ صرف اس لئے کہ مرد نے دنیا میں زیادہ شرمناک باتیں اپنے عمل و کردار سے ظاہر کیں۔

خود گمراہی اختیار کرنا شہوانی تقاضوں سے دب جانا اور عورت کے حسن و جمال کو جو خود بذاتہ عمدہ چیز ہے، اچھی صفت ہے۔ ایک کمال ہے شیطان کا حربہ بتانا کس قدر بے انصافی ہے اور اگر اس کو اپنے حسن و جمال پر شرمناک چاہئے تو ہر شخص کو اپنے ذاتی کمال و ہنر پر شرمندہ ہونا چاہئے اور نقائص و عیوب پر خوش و مسرور ہونا چاہئے۔

اسی طرح یہ کہنا کہ وہ اہل دنیا پر لعنت و مصیبت لائی ایک ایسا دروغ ہے جس میں ذرا بھی صداقت نہیں۔ اہل دنیا کے اعمال اور ان کی سیہ کاریاں ان پر جو کچھ لائیں سولائیں۔ تروتولیاں نے جو ایام مسیحیت گزرا ہے خدا جانے کیونکر یہ کہہ دیا کہ ”وہ شجر ممنوعہ کی طرف لے جانے والی ہے۔“ اور خدا کے قانون کو توڑنے والی ہے، اور خدا کی تصویر مرد کو غارت کرنے

والی ہے،“ اگر اس سے واقعہ آدم و حوا کی طرف اشارہ ہے تو نہایت جہالت ہے۔ قصہ آدم سے ان باتوں کا ثبوت کب ملتا ہے۔ ہاں مسخ شدہ اور تحریف شدہ حکایت ہے۔ جو چاہے نتیجہ اخذ کیا جائے۔

اور یہ نظریہ کہ مرد و عورت کا صنفی تعلق بجائے خود ایک نجاست اور بذات خود ایک گندگی ہے اول نمبر کے غلط نظریات میں سے ہے جس کی بنیاد سراسر فطرت سے جنگ پر قائم ہے ایک طرف مکون فطرت یہ کہے کہ ہم نے سارا نظام عالم قانون زوجیت پر قائم کیا ہے اور دوسری طرف ایک ادنی مخلوق یہ کہے کہ نہیں زوجیت بجائے خود ایک گندگی اور قابل احتراز چیز ہے۔ جناب باری سورہ شوریٰ میں ارشاد فرماتا ہے۔ (جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْإِنْعَامِ أَزْوَاجًا يُذَرُّوْكُمْ فِيْهِ) یعنی اس نے تمہارے لئے تمہارے ہی جنس کے جوڑے بنائے اور حیوانات کے جوڑے بھی اسی نے بنائے تاکہ تم کو پھیلانے۔ اس آیت میں خدا نے انسان اور حیوان دونوں کے جوڑے بنانے کا ایک ساتھ تذکرہ کیا ہے اور اس کا مشترک مقصد یہ بتایا ہے کہ انکے زوجی تعلق سے تناسل کا سلسلہ جاری ہو خدا کا مقصد یہ ہے کہ ایک وقت میں معین و معبود تک یہ نسل باقی رہے۔ اور اسی غرض کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی غرض سے اس نے دونوں صنفوں میں میلان و جذب فطری طور پر رکھا ہے لہذا جو قانون خدا کی طرف سے ہوگا وہ اس میلان کو فنا کرنے والا کچلنے والا اس سے نفرت اور اجتناب کلی کی تعلیم دینے والا نہیں ہو سکتا اور نہ اس تعلق کو بجائے خود ایک نجاست و گندگی بتانے والا ہو سکتا ہے۔ لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ مسیحیین کا یہ عقیدہ کہ مرد و عورت کا صنفی

تعلق بجائے خود ایک نجاست اور قابل اجتناب چیز ہے خدا کا نافذ کیا ہوا قانون اور حضرت عیسیٰ کا بتلایا ہوا نہیں ہو سکتا۔ ان کا خود تامل کی زندگی میں قدم نہ رکھنا اور تجربہ میں بسر کر دینا اور بات ہے اور ایسے ناقابل عمل قانون کو ہمہ گیری حیثیت دے دینا اور بات ہے۔ خدا کی طرف سے کبھی کوئی ایسا قانون بندوں کے لئے نہیں بنایا گیا جس پر عموماً عمل نہ ہو سکتا ہو جو تقاضائے فطرت سے تصادم کرتا ہو۔

مسیحی شریعت نے معاشی حیثیت سے عورت کو بالکل بے بس کر دیا۔ اور مرد کے اختیار میں دے دیا۔ اس کے مقابل اسلام معاشی لحاظ سے عورت کو صاحب اختیار بناتا ہے اس کو ہر صورت میں ماں باپ اور شوہر کے ترکہ میں حق دار قرار دیتا ہے۔ اس کے ماں باپ اور دیگر اقارب کی طرف سے جو کچھ اس نے پایا اس پر اس کا انفرادی قبضہ ہے اور شخصی تسلط شوہر کو چوں و چرا کی گنجائش نہیں ہے۔ اپنی خوش سلیقگی سے دو پیسے اگر اس نے پیدا کئے تو وہ اس کی تنہا مالک ہے جس طرح چاہے صرف کرے۔ اس کو شوہر کی طرف سے مہر ملتا ہے جس کا ادا کرنا شوہر پر واجب ہے جب تک بہ رضا و رغبت خود معاف نہ کر دے اس وصول شدہ مہر کی پوری مالک ہے جیسے چاہے صرف کرے جس کو چاہے دیدے بوقت نکاح اگر یہ سوچا کہ باون ہزار مہر ہو یا ایک لاکھ، دینا کس کو ہے تو نکاح درست نہ ہوا۔

یہ بالکل درست ہے کہ اس کا حصہ میراث میں بہ نسبت مرد کے ایکہرا ہے لیکن اس پر اپنے اور اپنے بچوں کے نفقہ کا بار نہیں۔ اس کے پاس کتنا ہی ہو نفقہ کی ذمہ داری شوہر پر ہے روزی کمانے کی مشقت سے وہ غنی ہے۔ وہ دودھ پلانے تک کی اجرت شوہر سے مانگ سکتی ہے۔ یہ اس پر واجب نہیں۔ یہ سب باتیں حسن معاشرت و حسن سلوک کی وجہ سے انجام دی جاتی ہیں جیسے کھانا پکانا، کپڑا سینا۔ وقت پر شوہر کے تقاضوں کو پورا کرنا یہ سب عورت پر کب واجب ہیں ہاں حسن معاشرت کے تحت یہ فرائض قرار دے لئے جائیں تو اور بات ہے اور اچھی بات ہے

مگر شریعت یہ ذمہ داریاں عورت پر عائد نہیں کرتی اسی طرح گھر کی چیزوں کی حفاظت، خانہ داری کا انتظام یہ تمام باتیں خوش معاملگی سلیقگی کے تحت آتی ہیں جن کے مرغوب و مطلوب خدا و رسول ہونے میں شبہ کی گنجائش نہیں۔ امیر المؤمنین کا ارشاد گرامی ہے کہ ”عورت پھول ہے گھر کی داروغہ نہیں ہے۔“

یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو گھر کے انتظامی معاملات میں سرمو فرق آنے کے روادار نہیں ہوتے فوراً سختیاں شروع کر دیتے ہیں۔ دائرہ سنجیدگی و بردباری سے باہر نکل جاتے ہیں۔ اور انسانیت کی زنجیروں کو توڑ کر حیوان مطلق بن جاتے ہیں۔

مرد کی حاکمیت

اسلام نے دو چیزوں میں عورت پر مرد کو حاکمیت دی ہے ایک تو صنفی تعلق میں کہ شوہر جس وقت جس طرح چاہے لطف اندوز ہو وہ انکار نہیں کر سکتی جب تک کہ ضرر کی شکل رونما نہ ہو۔

اور گھر سے باہر قدم نکالنے میں وہ مرد کی محکوم ہے بلا اجازت باہر نہیں جاسکتی یعنی باپ مرجائے، ماں کا انتقال ہو جائے۔ بھائی سخت علیل ہو مگر شوہر سے اجازت لے کر شرکت کر سکتی ہے۔ ہاں! اگر معلوم ہو کہ شوہر کو اس میں اعتراض نہیں تو جاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ شوہر کی محکوم نہیں۔

ہاں مرد کو بہ نسبت عورت کے اس طرح زیادہ حقوق حاصل ہیں کہ وہ چار عورتوں تک نکاح اور جس قدر چاہے متعہ میں رکھ سکتا ہے۔ لیکن عورت ایک وقت میں ایک مرد سے زائد نہیں کر سکتی کیونکہ حفظ نسب ایک اہم غرض ہے جس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس پر بہت سی باتوں کا دار و مدار ہے اور ایک وقت میں اگر متعدد شوہر ہوں تو مولود کے نسب کا پتہ نہیں چل سکتا لیکن اس کے برعکس صورت میں کہ ایک مرد کے پاس متعدد عورتیں ہوں یہ غرض اپنی جگہ محفوظ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مرد غیر مسلمہ سے نکاح کر سکتا ہے مگر عورت غیر مسلم سے نہیں کر سکتی کیونکہ فطرت نے مرد کو عورت پر حکومت دی ہے جس کا ثبوت مرد و عورت کے طبعی مزاجی اور

جسمانی اختلافات ہیں جن کی تفصیل اس کتاب میں آچکی ہے۔

اور جب مرد حاکم اور عورت محکوم تو خدا اس امر کو پسند نہیں کر سکتا کہ اس کی راہ پر چلنے والی اس کی محکوم ہو۔ جو اس کی راہ کا مخالف ہے ہاں اس میں کیا حرج کہ اس کی مخالفت کرنے والی اس کی راہ کے راہرو کی محکوم رہے۔

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ مرد کنیز رکھ سکتا ہے جس کے لئے نہ کوئی تعداد ہے نہ نکاح یا متعہ کی ضرورت، مگر عورت اپنے غلام سے اس طرح لطف اندوز نہیں ہو سکتی۔ خلیفہ ثانی کے دور میں ایک عورت نے اپنے غلام سے تمتع کیا جب اس سے باز پرس کی گئی تو اس نے کہا کہ قرآن میں یہ ارشاد میرے عمل پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے (وَمَا مَلَکَتْکُمْ اَیْمَانُکُمْ) یعنی تمہارے مملوک تمہارے لئے حلال ہیں حالانکہ یہ خطاب مردوں کو ہے کہ تمہاری مملوکہ کنیزیں تمہارے لئے حلال ہیں نہ کہ عورتوں کے مملوک مردان کے لئے حلال ہیں۔ انھوں نے یہ معاملہ صحابہ کی مجلس شوریٰ میں پیش کیا جس پر سب نے یہ فیصلہ کیا کہ اس نے قرآن کی آیت کی غلط تاویل کی۔

مرد کی حاکمیت کے مقصد یہ ہیں کہ وہ حاکم ہے محافظ ہے معاملات کا نگران ہے اس پر خاندان کے لئے روزی کمانے اور ضروریات زندگی فراہم کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

نافرمانی اور سرکشی کرنے کی صورت میں احکام قرآنی یہ ہیں کہ پہلے سمجھاؤ اگر سمجھانا بے نتیجہ ثابت ہو تو ان کے ساتھ سونا چھوڑ کر اظہار کشیدگی کرو جب یہ بھی بے سود ثابت ہو تو ان کو مارو مگر اتنا کہ نہ خون نکلے نہ عضو ٹوٹے۔ اس امر کے تصفیہ میں کہ سرکشی ہے یا نہیں مشعل انصاف سے کام لینا چاہئے نہ جذبات سے اور پہلے یہ سوچ لینا چاہئے کہ اس مقام پر ہماری اطاعت کی زنجیریں اس کے پاؤں میں ہیں یا نہیں۔ کیونکہ بہ نسبت والدین کے شوہر کی اطاعت کا دائرہ محدود و تنگ ہے۔ پھر تدریجاً سختی کا اذن ہے جیسا کہ عرض کیا گیا اس موقع پر قرآن کے اس قانون کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہئے کہ (وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ) ان کے ساتھ

حسن سلوک قائم رکھو۔

حاکمیت یہ ہے کہ مرد کو قانون اسلام تدریجی سختی کی اجازت دیتا ہے حتیٰ کہ ضرب خفیف کی مگر عورت نالائق شوہروں کے لئے اس کی مجاز نہیں کہ تادیبی کاروائیاں بروئے کار لائے۔

وہ سنتی روزوں میں شوہر کے اجازت کی محتاج ہے مگر شوہر اس کی اجازت کا پابند نہیں یہ مقصد ہے (الزَّجَّالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْعَقُوا أَمْوَالَهُمْ) کہ مرد عورت پر قوام ہیں۔

یہ حاکمانہ اختیارات قیام نظم کے لئے ہیں یہاں حاکم و محکوم سے مراد تابع و متبوع ہیں نہ کہ ظالم و مظلوم یا لونڈی و آقا۔ عہد ختمی مرتبت میں کوئی شخص عورتوں پر سختی نہیں کر سکتا تھا ان کو آپ کی شفقت و حمایت حاصل تھی ذرا بھی زیادتی ہوئی اور وہ بارگاہِ رحمۃ للعالمین میں شکایت لے جا کر پہنچیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ ان اقدامات سے اجتناب کرنے لگے اور عورتوں سے بات کرنے میں احتیاط سے کام لیا جانے لگا کہ کہیں بات بڑھ جائے اور کوئی حکم نازل ہو جائے۔ ہاں آپ کے انتقال کے بعد پھر عورتوں پر مظالم ہوئے۔

ابن ماجہ میں ہے کہ حضور نے عورتوں پر دست درازی کرنے کی عام ممانعت کر دی تھی کہ ایک مرتبہ حضرت عمر نے شکایت کی کہ عورتیں بہت شوخ ہو گئی ہیں ان کو مطیع کرنے کے لئے مارنے کی اجازت ہونی چاہئے آپ نے اجازت دیدی لوگ نہ معلوم کب سے بھرے بیٹھے تھے جس روز اجازت ملی اسی روز ستر عورتیں اپنے گھروں میں پیٹی گئیں پھر کیا تھا بیت الشرف پر فریادی عورتوں کا ہجوم ہو گیا آپ نے سب کو جمع کر کے فرمایا کہ ایسے لوگ تم میں کے اچھے لوگ نہیں ہیں۔

عورت دور جدید میں

سابق الذکر دور از کار و نا قابل عمل نظریات کو دیکھ کر دور جدید آیا اور صنفِ اناث کو پستی سے اٹھانے اور بلندی کی طرف لے جانے میں مصروف ہوا جس کا اثر ایک حد تک انسانوں کی

مساوات کے اگر یہ مطلب لئے جاتے کہ شوہر بیوی کو اپنی کنیز اور مہر کو اس کی قیمت نہ تصور کرے بلکہ برابر کا شریک رنج و راحت سمجھے جس حد تک اپنے لئے آرام کا طالب ہو اسی حد تک عورت کو بھی آرام پہنچانے کا حوصلہ رکھتا ہو۔

اپنے لئے اچھی خوراک اور عورت کے لئے معمولی اپنے لئے عمدہ لباس اور عورت کے لئے سادہ بوسیدہ پسند کرنے والا نہ ہو غرض اپنے لئے جو معیار زندگی پسند کرتا ہو وہی معیار عورت کے لئے بھی چاہتا ہو تو ٹھیک تھا۔

لیکن وہاں تو مساوات کا غلط تخیل قائم کر لیا گیا اس کے معنی یہ سمجھ لئے گئے کہ عورت و مرد نہ صرف اخلاقیات اور انسانی حقوق میں مساوی ہوں بلکہ تمدنی زندگی میں عورت بھی وہی کام کرے جو مرد کرتے ہیں اور اخلاقی بندشیں عورت کے لئے بھی اسی طرح ڈھیلی کر دی جائیں جیسے مرد کے واسطے پہلے سے ڈھیلی ہیں۔

مساوات کے اس غلط تصور نے عورت کو اس کے ان فطری وظائف و فرائض سے غافل و بے پروا کر دیا۔ جن کی بجا آوری پر تمدن کے بقاء بلکہ نوع انسانی کے بقاء کا انحصار ہے۔ معاشی سیاسی اجتماعی، سرگرمیوں نے اس کی شخصیت کو پوری طرح اپنے اندر جذب کر لیا۔ انتخابات کی دوڑ دھوپ دفتروں اور کارخانوں کی ملازمتیں آزاد صنعتی اور تجارتی پیشوں میں مرد کے دوش بدوش کاوشیں، اس کے ساتھ پھر تفریحی مشاغل میں شرکت، کھیلوں اور ورزشوں میں تنگ و دو، کلب و رقص و سرود کی محفلوں کی شرکت، اسٹیج کی گل افشائیاں، اور پبلک جلسوں میں دور از عمل خوش بیابیاں اور ان کے سوا اور بہت سی ناکردنی اور ناگفتنی باتیں اس پر کچھ اس طرح چھا گئیں کہ ازدواجی زندگی کے فرائض خانگی ذمہ داریاں، بچوں کی خبر گیری، خاندان کی خدمت، گھر کی تنظیم، ضروریات کی فراہمی، ساری چیزیں اس کے لائحہ عمل سے خارج ہو کر رہ گئیں بلکہ ذہنی طور پر وہ اپنے ان فطری مشاغل اور اصلی فرائض سے نفرت کرنے لگی۔ ان مصروفیتوں کو وہ باعث تو بین خیال کرنے لگی اور اپنے کام بھول گئی اور دوسروں کے کام کی

اجتماعی زندگی پر اچھا پڑا اور پرانے خیالات کو محو ہونے سے خوشگوار نتائج رونما ہوئے نکاح و طلاق کے پچھلے قوانین کی سختی کم کی گئی عورتوں کے معاشی حقوق انھیں واپس دیئے گئے پست ہمت سمجھ لیا جانے والا مخلوق پھر بلندی کی طرف لایا گیا ان اخلاقی نظریات کی اصلاح کی گئی جن کی بنا پر عورت کو ذلیل و حقیر سمجھا جاتا ہے معاشرت کے ان اصولوں میں ترمیم کی گئی جن کے تحت عورت فی الواقع لونڈی بن کر رہ گئی تھی۔ عورتوں کو پست و حقیر سمجھا کر جو تعلیم و تربیت سے دور ڈال دیا گیا تھا وہ دور ختم ہوا اور اعلیٰ درجے کی تعلیم کے دروازے مردوں کی طرح عورتوں کے لئے بھی کھولے گئے اور ان کے قدموں سے در سگاہوں کو شرف ملا۔ لیکن خرابی یہ ہوئی کہ یہ طرز معاشرت دوسری انتہا تک پہنچ گیا دور جدید اور معاشرت جدیدہ نے اس کو بہت کچھ دیا مگر حدود و نسیات سے نکال کر اور میدان مردانگی میں داخل کر کے۔

عورت ہو کر اور صنف نازک رہ کر اس کو ترقی و کامیابی حاصل نہیں ہوئی بلکہ اس کی صنف سخت و گرم بنایا گیا اور جو کچھ دیا گیا مرد بنا کر دیا جو نہ اس کا حق تھا اور نہ اس میں وہ کامیاب ہو سکتی تھی اور نہ اس مردانہ زندگی کے لئے اس کو تیار کرنا تمدن کے لئے مفید تھا بخلاف اس کے اسلام نے جو کچھ اس کو دیا حدود میں رکھ کر دیا اثر پذیریری اور انفعالیات کے جو کچھ شایان شان تھا وہ دیا اس کے لئے ایسے مواقع بہم پہنچائے جن سے فائدہ اٹھا کر وہ نظام معاشرت کے حدود میں اپنی فطری صلاحیتوں کو زیادہ سے زیادہ ترقی دے سکے اور تعمیر و تمدن میں اپنے حصے کا کام زیادہ سے زیادہ بہتر انجام دے سکے۔

جدید معاشرت کے نظریات اور نتائج

یہ نظریات تین عنوانوں کے تحت آتے ہیں۔

اول۔ عورتوں اور مردوں کی مساوات

دوم۔ عورتوں کا معاشی استقلال

سوم۔ دونوں صنفوں کا آزادانہ اختلاط

مرد و عورت کی مساوات اور اس کے نتائج

چاہئے۔ لیکن یہ اتنا ہی غلط ہے جتنا کہ یہ کہنا کہ آسمان و زمین یکساں حیثیت رکھتے ہیں اور باہم فرق نہیں۔ کیونکہ دونوں کے نظام جسمانی میں زمین و آسمان کا فرق ہے دونوں کے نفسی کیفیات بالکل ایک دوسرے سے نہیں ملتے۔

علم الحیات کے جدید انکشافات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ عورت اپنی ظاہری صورت و شکل و اعضا سے لیکر جسم کے باطنی اجزاء و جوارح تک ہر چیز میں مرد سے علیحدہ ساخت رکھتی ہے اور جس طرح اس کے ظاہری اعضاء مرد سے مختلف ہیں اسی طرح اس کے باطنی خلائیا و زرات مرد سے جدا ہیں رحم مادر میں جس وقت سے لوحِ آبی پر قدرت کی مصوری کا قلم چلتا ہے اسی وقت سے قلم کی کشش اور روش دونوں صنفوں میں بالکل ایک دوسرے سے مختلف انداز میں ترقی کرتی ہے عورت کی صورت گری شکم مادر کے ابتدائی ہی دور سے اس طرح ہوتی ہے کہ وہ بچہ جننے اور اس کی پرورش کرنے کے کام کی بنے اور اس وقت سے لیکر پھر سن بلوغ تک اس کے جسم کا پورا نشوونما اس صلاحیت کی تکمیل کے لئے ہوتا ہے اور یہی چیز اس کی آئندہ زندگی کے لئے شاہراہِ عمل کی تعیین کرتی ہے۔ یہ تو قبل بلوغ کے حالات تھے اس کے بعد جب وہ بالغ ہوئی اور اس کی زندگی ایام ماہواری کی اوقات تلخیوں سے دوچار ہوئی جس کا اثر تمام اعضاء کی قوت فاعلی پر پڑا اور اس کے تمام بند میں ایک انقلاب برپا ہو گیا اور زبردست تغیر رونما ہوا۔

ایام حیض کے اثرات

یہ کوئی معمولی زمانہ نہیں ہوتا اکابر فن حیاتیات نے یہ بات بتائی ہے کہ ایام ماہواری میں عورت کے اندر حسب ذیل تغیرات ہوتے ہیں۔

- ۱۔ جسم میں حرارت روکنے کی قوت کم ہو جاتی ہے اسلئے حرارت زیادہ خارج ہوتی ہے اور درجہ حرارت گر جاتا ہے۔
- ۲۔ نبض سست ہو جاتی ہے۔ خون کا دباؤ کم ہو جاتا ہے۔
- خلائیاے دم کی تعداد میں فرق واقع ہو جاتا ہے۔

ذمہ داری محسوس کرنے لگی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گھر کی تنظیم میں انتشار رونما ہوا جس کا برا اثر انسان کی قوت فاعلہ پر پڑا کیونکہ یہ قوت اسی وقت کام کر سکتی ہے جب گھر کی زندگی پرسکون ہو اور جب قوت کارکردگی کمزور ہوئی تو تمدن کے سنگ بنیاد میں زلزلہ آیا۔ نکاح کا رشتہ جو تمدن کی خدمت میں عورت اور مرد کے تعاون کی صحیح صورت ہے تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہو گیا۔ نسلوں کی فراوانی اولاد کی افزائش کو برتھ کنٹرول، اسقاطِ حمل، قتلِ اولاد کے ذریعہ سے روکا جا رہا ہے۔

عرب میں قتلِ اولاد بسبب افلاس اور دفنِ بنات بخوف ننگ و عار ہوا کرتا تھا مگر وہ دور جاہلیت تھا اور یہاں دور روشنی و دانائی میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ وہاں افزائشِ نسل کی روک تھام کا کوئی معمولی سادہ طریقہ رہا ہوگا اور یہاں اس دور سائنس میں نئے نئے طریقے ایجاد کئے گئے ہیں۔

اخلاقی مساوات کے غلط تحیل نے عورتوں اور مردوں کے درمیان بد اخلاقی میں مساوات قائم کر دی ہے بے حیائی کی دوڑ میں وہ مرد سے پیچھے نہیں ہے۔ بلکہ کچھ آگے ہی نظر آتی ہے۔ وہ بے حیائیاں جو کبھی مردوں کے لئے بھی باعثِ ننگ تھیں وہ اب عورتوں کے لئے بھی شرمناک باقی نہیں رہیں بلکہ باعثِ عزت کو امتیاز بن گئیں۔

یہ نتائج تھے اس مساوات کے جس کا غلط تصور تمدن کو اس حد پر پہنچا چکا ہے۔

نظریہ مساوات سائنس کی روشنی میں

نظریہ مساوات کی تائید میں سائنس کے تجربے اور مشاہدے بھی پیش کئے جاتے ہیں جن سے ثابت کیا جاتا ہے کہ مرد و عورت نظام جسمانی کے لحاظ سے اور اپنے جسمانی قوت و استعداد کے لحاظ سے مساویانہ حیثیت رکھتے ہیں اور جب ایسا ہوا تو فطرت کی جانب سے دونوں صنفوں پر ایک ہی جیسی خدمتوں کا بار بھی ہونا چاہئے دونوں کا حلقہ عمل ایک ہونا چاہئے دونوں پر زندگی کے تمام شعبوں کی ذمہ داریاں یکساں عائد ہونی

۳۔ غدود اور گلے کی گلیٹیوں میں تغیر ہو جاتا ہے۔
۴۔ پروٹینی تحول میں کمی آ جاتی ہے یعنی پروٹینی اجزاء کم بنتے ہیں۔

۵۔ فاسفیٹس اور کلورائیڈس کے اخراج میں کمی رونما ہوتی ہے اور ہوائی تحوّل میں انحطاط ظہور پذیر ہوتا ہے۔

۶۔ قوت ہضم میں کمی ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غذا سے پروٹینی اجزاء اور چربی کم بنتی ہے۔

۷۔ گویائی کے اعضا میں خاص تغیرات واقع ہوتے ہیں اور تنفس کی قابلیت میں کمی ہو جاتی ہے۔

۸۔ اعصابی حس و حرکت میں سستی و جمود پیدا ہو جاتا ہے۔

۹۔ کسی مسئلہ پر جم کر غور کرنے کی صلاحیت کم ہو جاتی ہے خیالات ایک مرکز پر مجتمع نہیں ہوتے۔

یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جب اتنے چھوٹے سے جسم کے اندر اتنے تغیرات رونما ہو جائیں تو پھر جسمانی نظام کیونکر درست رہ سکتا ہے۔

درحقیقت یہ انقلابات اس بے چاری کو بیماری سے اس قدر قریب کر دیتے ہیں کہ صحت و مرض کے درمیان کوئی واضح خط فاصل نہیں کھینچا جاسکتا۔ شاید کچھ عورتیں ایسی ہوں جو اس تغیر سے بہت معمولی اثر پذیر ہوں ورنہ اکثریت شدائد و زحمات کی اوقات تلخیوں میں مبتلا نظر آتی ہے۔

ایک مرتبہ ایک ہزار بیس عورتوں کو بلا انتخاب لیکران کے حالات کی تحقیق کی گئی تو ان میں سے چوراسی فیصدی ایسی نکلیں جو ان ایام میں درد سر اور دیگر تکالیف کی شکار ہو جایا کرتی تھیں۔

دوران ایام میں عموماً عورتوں میں یہ شکایتیں پائی جاتی ہیں درد سر، تکان، اعضا شکنی، اعصابی کمزوری، طبیعت کا مائل بہ پستی ہونا، مشانہ کی بچینی، ہضم کی خرابی، کبھی قبض اور کبھی متلی اور قے، چھاتیوں میں ہلکا درد اور کبھی سخت درد۔

کیا یہ حالات اس کے نظام بدنی پر اثر انداز ہوئے بغیر رہ

سکتے ہیں اور کیا نظام بدن کے اختلال کا اثر نظام تمدن پر نہ پڑے گا اگر تمدنی خدمات کا بار اس کے کمزور شانوں پر اتنا ہی ڈال دیا جائے جتنا کہ مرد کے قوی کاندھوں پر ڈالا گیا ہے۔

بے شک و شبہ ان جسمانی انقلابات کا اثر اس کے ذہنی قویٰ اور افعال پر پڑے گا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس دوران میں اس کے وہ عادی افعال تک درست نہیں رہتے جن کی وہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں خوگر رہتی ہے اور جن کو برابر معمولاً انجام دیا کرتی ہے۔

چنانچہ ارباب تحقیق کا بیان ہے کہ اس زمانے میں ایک لیڈی ٹائپسٹ غلط ٹائپ کر دے گی۔ دیر میں کرے گی الفاظ چھوڑ جائے گی۔ غلط جملے بنائے گی اور کسی حرف پر انگلی مارنا چاہے گی اور کسی پر پڑ جائے گی۔

ایک ٹرام کنڈکٹر عورت اس زمانے میں غلط ٹکٹ کاٹ دے گی اور ریزگاری کے شمار کرنے میں الجھے گی۔ ایک موٹر ڈرائیور عورت اپنی گاڑی آہستہ اور ڈرتے ڈرتے چلائے گی اور ہر موٹر پر گھبرا جائے گی۔ ایک گانے والی آواز کی دل آویزی کو کھو بیٹھے گی جس کو چاہے اور کوئی نہ سمجھے مگر ماہرین تاڑ لے گا کہ یہ آجکل اس حالت میں ہے۔ ایک بیرسٹر عورت اپنی قوت استدلال اور زور بیان کھو بیٹھے گی۔

اہل نظر کی رائے ہے کہ اس دوران میں اس کے عادی افعال راہ اعتدال سے ہٹ جاتے ہیں اچھی خاصی سمجھدار عورت احمقانہ افعال کی مرتکب ہوتی ہے، دیوانی سی ہو جاتی ہے، نہایت سنجیدہ و خلیق عورت چڑچڑی جھگڑالو، بد مزاج ہو جاتی ہے۔

ارباب بصیرت کا خیال ہے کہ عورتوں سے اکثر جرائم اسی زمانے میں سرزد ہوتے ہیں ایک ڈاکٹر کی رائے ہے کہ جب کسی عورت پر فوجداری کا مقدمہ چلایا جائے تو پہلے اس امر کی جانچ کر لینی چاہئے کہ وہ کہیں ایام ماہواری کی ناخوشگوار حالت میں تو نہیں ہے کیونکہ اس حالت میں وہ مستحق رعایت ہے۔

زمانہ حمل کے اثرات

دنیا کی بجا محبت ہر عمل کو ضائع کر دیتی ہے: مولانا کلب جواد نقوی

لکھنؤ ۱۶ جون: ماہ رمضان المبارک کے تیسرے جمعہ میں مولانا سید کلب جواد نقوی نے روزہ داروں کو خطاب کرتے ہوئے دنیا کی بجا محبت سے بچنے کی تلقین کی۔ مولانا نے اپنے خطاب میں کہا کہ دنیا کی بجا محبت انسان کے ہر عمل کو ضائع کر دیتی ہے۔ شیطان بھی انسان کو اسی دنیا کے ذریعہ بہکا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن کے مطابق انسان پر دنیا کی حیات کو خوبصورت بنا کر پیش کیا جاتا ہے تاکہ اسے دھوکہ دیا جاسکے۔ مولانا نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ انسان کی لازمی ضرورت کی چیزوں کو کبھی سجا سنوار کر پیش نہیں کیا جاتا ہے بلکہ ان چیزوں کو سجا یا جاتا ہے جو لازمی ضرورت نہیں ہوتی ہیں تاکہ سجاوٹ اور خوبصورتی کا دھوکہ دیکر انہیں ضرورت بنادیا جائے۔ قرآن کہتا ہے کہ جسکی آنکھوں پر غفلت کے پردے پڑے ہوتے ہیں وہی دنیا کی خوبصورتی سے دھوکہ کھاتا ہے۔ مولانا نے خیرات و صدقات کی اہمیت بتاتے ہوئے کہا کہ اس ماہ مبارک رمضان میں روزہ دار کو چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ خیرات کرے کیونکہ اللہ کی راہ میں جو کچھ دیا جاتا ہے وہ ضائع نہیں ہوتا۔ اللہ کی راہ میں دیے جانے والا مال کبھی خرچ نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ کے یہاں محفوظ ہوتا ہے۔ اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ ایک نیکی پر دس گنا عطا کرے گا بلکہ بے حساب عطا کرے گا۔ مولانا نے کہا کہ اللہ کی راہ میں خیرات کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔ پہلی صورت کو انفاق کہتے ہیں۔ انفاق کا مطلب ہوتا ہے جو تم سے بچ جائے اسے اللہ کی راہ میں دیدو۔ یہ عقیدہ رکھتے ہوئے کہ جس نے آج دیا ہے وہ کل بھی تمہیں فراموش نہیں کریگا۔ دوسری صورت کا نام مساواة ہے۔ یعنی سب کے ساتھ برابری کا سلوک کرو۔ جو تم اپنے لئے پسند کرو وہی دوسروں کے لئے پسند کرو۔ اور تیسری صورت کا نام ایثار ہے۔ یعنی خود بھوکے رہ جاؤ مگر دوسروں کو بھوکا نہ رہنے دو۔ یہ آل محمد کا درجہ ہے۔ مولانا نے کہا کہ ماہ مبارک رمضان میں روزہ دار کو چاہئے کہ وہ اپنے مال کی زکات نکالے اور زیادہ سے زیادہ بندگان خدا میں خیرات کرے۔

حکومت کا وقف بورڈ کو تحلیل کئے جانے کا فیصلہ صحیح ہے: مولانا کلب جواد

۱۶ جون ۲۰۱۷ء کو قاعدت مولانا سید کلب جواد نقوی نے شیعہ سنی وقف بورڈ کو تحلیل کئے جانے کے حکومت کے فیصلہ کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ اچھا فیصلہ آنے میں دیر تو لگی مگر فیصلہ صحیح آیا ہے۔ مولانا نے کہا کہ اب بدعنوان پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ حکومت وقف بورڈ کو تحلیل کر کے ہڑپنا چاہتی ہے مگر وہ بھول جاتے ہیں کہ تحلیل کرنے سے پہلے انہیں اپنا موقف رکھنے کا موقع دیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی بے گناہی ثابت کر سکیں۔ مولانا نے کہا کہ وقف بورڈ میں بدعنوانی اپنے عروج پر تھی کیونکہ نقلی وقف نامہ گڑھے گئے تھے اور بزرگ علماء کے جعلی دستخط بنائے گئے تھے۔ ان شاء اللہ اب ظالموں اور بے ایمانوں کو ضرور سزا ملے گی۔ مولانا نے کہا کہ علماء اور عوام کی قربانیاں بیکار نہیں جائیں گی۔ یہ انکی قربانیوں کا اثر ہے کہ بے ایمانوں کے خلاف کارروائی ہو رہی ہے۔

پابندیاں اور دھمکیاں عرب ممالک کے مسائل کا حل نہیں: جواد ظریف

اہل بیت نیوز ایجنسی ابنا کے مطابق اسلامی جمہوریہ ایران کے وزیر خارجہ نے کہا ہے کہ محاصرہ، پابندیاں، دھمکیاں اور تادیبی اقدامات عرب ممالک کے بحران کے حل میں نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوں گی۔ ایران کے وزیر خارجہ محمد جواد ظریف نے قطر کے الجزیرہ ٹی وی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ خلیج فارس کے ممالک کے مسائل کے حل کا راستہ، محاصرہ، پابندیاں اور تادیبی اقدامات نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایران کا خیال ہے کہ خلیج فارس کے تمام ممالک اور دیگر ممالک کو یہ پیغام دینا چاہئے کہ اب مسائل و اختلافات کی کوئی جگہ نہیں ہے اور ممالک کے درمیان اختلافات کو دباؤ، دھمکیوں اور تادیبی کارروائیوں سے حل نہیں کیا جاسکتا۔

وزیر خارجہ نے کہا کہ مسائل کا واحد حل مذاکرات، صلاح و مشورہ اور مجموعی طور پر دوستانہ کوششیں ہیں۔ جواد ظریف نے کہا کہ آج دنیا کے تمام مسائل کا حل موجود ہے اور اگر دوسروں کو نقصان پہنچا کر فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جائے گی تو سب کو نقصان پہنچے گا۔

انہوں نے کہا کہ ایران اپنے تمام پڑوسیوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ موجودہ مسائل کے باوجود اختلافات کے حل کے لئے مذاکرات کی میز پر آئیں اور دوسرے کو میدان سے باہر کرنے کی کوشش نہ کریں۔ ایران کے وزیر خارجہ نے تاکید کے ساتھ کہا کہ محاصرے، پابندیوں، دھمکیوں اور تادیبی کارروائیوں سے قوموں کا عزم ٹوٹنے کے بجائے مزید مضبوط ہوگا۔

لکھنؤ میں حضرت علیؑ کی شہادت پر جلوس امن و امان کے ساتھ اختتام پذیر

۱۶ جون ۲۰۱۷ء کو لکھنؤ میں صبح گلیم والا تابوت شبیہ مسجد کوفہ سے اپنی روایتی شان و شوکت سے برآمد ہوا جو نخاس آکر اختتام پذیر ہوا اور پھر دوسرے روز یعنی ۲۱ رمضان المبارک کو بعد نماز فجر شبیہ روضہ نجف، رستم نگر لکھنؤ سے مرحوم حسن مرزا کا بسا کردہ شبیہ تابوت امیر المومنینؑ برآمد ہوا۔ جس میں لکھنؤ کے علاوہ بھی دیگر اضلاع کے مومنین نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ یہ جلوس بلوچ پورا چوراہے ہوتا ہوا کربلائے تال کٹور لکھنؤ پہنچ کر اختتام پذیر ہوا۔

کربلائے تال کٹور میں پورے دن مجلس و ماتم کا سلسلہ جاری رہا جو نماز مغربین کے وقت ختم ہوا۔ اس موقع پر ضلع انتظامیہ کی طرف سے بہترین حفاظتی انتظامات تھے۔

Mohd. Alim

Proprietor

Nukkar Printing & Binding Centre

26-Shareef Manzil, J. M. Road,

Husainabad, Lucknow-3

0522-2253371, 09839713371

e-mail: nukkar.printers@gmail.com

التماس تر حیم

مومنین کرام سے گزارش ہے کہ ایک بار سورہ حمد اور تین بار سورہ توحید کی تلاوت فرما کر جملہ مومنین مرحومین خصوصاً مرزا محمد اکبر ابن مرزا محمد شفیع و حسن جہاں بنت باقر علی خاں کے ارواح کو ایصال فرمائیں۔

محمد عالم

نگر پرنٹنگ اینڈ بائڈنگ سینٹر حسین آباد، لکھنؤ